مسئلۂ تقدیر کے موضوع پر ایک نادر و نایاب تحریر کی اٹھاون / ۵۸ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت

إِلْهَامُ الْقَدِيْر
فِی
مَسْئَلَةِ التَّقْدِيْر

مفتی اعظم پاکستان

علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی

(1 / جمادی الاولیٰ 1385ھ، مطابق 29 / اگست 1965ء)

تحقیق و تخریج

خرم محمود سرسالوی

نام کتاب	:	إِلْهَامُ الْقَدِيْر فِی مَسْئَلَةِ التَّقْدِيْر
تصنیف	:	مفتی محمد صاحبداد خان جمالی عَلَيْهِ الرَّحْمَه
تحقیق، تخریج وتحشیہ	:	خرم محمود سرسالوی
صفحات	:	56
اشاعتِ اوّل	:	ادارہ نعیمیہ رضویہ-لاہور (۱۳۸۲ھ)
اشاعتِ دوم	:	ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ / دسمبر 2018ء
تعدادِ اشاعت	:	5000
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اللهم هداية الحقّ والصّواب، ربّنا لا تزغ قلوبنا بعدإذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة إنک أنت الوهاب، رب إنی أعوذبک من همزات الشيٰطين وأعوذ بک رب أن يحضرو ن۔

اے اللہ! میں تجھ سے حق اور درستگی کا طلبگار ہوں، اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تو ہے بڑا دینے والا، اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

اللہ عزّوجلّ نے انسان کو پیدا فرمایا، اور اُسے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا اور ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔

پھر اعلی درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر وشر، نفع وضرر یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس وبے یاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا۔ ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا چنانچہ اللہ جلّ وعلانے فرمایا: ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[1]

بے شک خوب جدا ہو گئی نیک راہ گمراہی سے۔

اور فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾

اب اپنے ارادہ و اختیار سے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے، بے شک ظالموں کے لئے آگ تیار ہے۔[2]

اور فرماتا ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۴)﴾[3] سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لیے ہے بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلا (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔

تو معلوم ہوا کہ تقدیر کے معنی مقرر اندازہ کرنے کے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے قدیم علم کے مطابق ہر ایک چیز اور ہر ایک بندے کے خیر و شر کے متعلق نیک و بد کا اندازہ مقرّر فرما کر لکھ دیا ہے۔

---

(1)۔۔: [پ:۳، سورۃ البقرہ، ۲۵۶]

(2)۔۔: [پ:۱۵، سورۃ الکہف، ۲۹]

(3)۔۔: [پ:۱۴، سورۃ الأعراف، ۵۴]

تقدیر پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ مسئلہ تقدیر کو اسلام کے ابتدائی ایام ہی سے بڑے مشکل مسائل میں شمار کیا جاتا ہے جن میں ہر لمحہ قدم پھسلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کے بنیادی اُصولوں کو آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے اور اس کے متفرق اور عمیق پہلوؤں سے بحث نہیں کی، تاکہ عوام الناس کو اس مسئلہ کی دقیق تفاصیل کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اس طرح گمراہ ہونے سے بچایا جاسکے جن سے وہ آشنا ہی نہیں۔ تقدیر کے مسائل کی اسی نزاکت کی وجہ سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اپنے شاگردوں کو ان میں بحث و مباحثہ سے منع فرماتے تھے اور آپ سے جب پوچھا جاتا کہ آپ اس مسئلہ میں کیوں گفتگو فرماتے ہیں تو جواب دیتے کہ

"میں اس مسئلہ میں اس طرح ڈرتے ہوئے گفتگو کرتا ہوں گویا میرے سر پر پرندہ بیٹھا ہو۔"

امام صاحب کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ تقدیر میں ہر شخص کے لیے گفتگو جائز نہیں، اس مسئلہ میں گفتگو صرف اس حاذق اور ماہر شخص کو کرنی چاہئے، جو زَرگر کی طرح ماہر اور کیمیاگر کی طرح حاذق ہو۔ موجودہ دور میں مادی فلسفہ پوری دنیا میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور وہ عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر تنقید کو پروان چڑھانے میں مصروفِ عمل ہے، تو ایسے میں مادّہ پرستوں نے محسوس کیا کہ تقدیر پر بحث کے ذریعے لوگوں کو آسانی سے گمراہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اُنہوں نے پوری شدت کے ساتھ ان مسائل کو بیان کرنا شروع کر دیا جبکہ مسلمان ان مسائل میں غور و خوض کرنے میں حرج محسوس کیا کرتے تھے۔

ایک طرف تو مسلمانوں کے عظیم رہنما مسئلۂ تقدیر میں بحث و تمحیص، بلکہ گفتگو کرنے سے بچنے کی تعلیم دے رہے ہیں اور دوسری جانب باطل قوتیں اسلامی عقائد و

نظریات پر اعتراضات کر کے مسلمانوں میں بے دینی پھیلانے میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ مسئلۂ تقدیر جیسے نازک مسئلے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا اور اس پر اعتراض کیے گئے جس کے جواب میں علماے اسلام نے تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس کی اور عقائدِ باطلہ کا ردّ بلیغ کر کے قضاء و قدر کی حقانیت کو واضح و روشن فرمایا۔

زیرِ نظر رسالۂ مبارکہ "**الھام القدیر فی مسئلة التقدیر**" جسے مفتیٔ اعظم پاکستان، فاضلِ اجل و اکمل فقیہِ اعظم حضرت علامہ مولانا صاحبداد خان علیہ الرحمہ و الرّضوان نے تصنیف فرمایا، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو اس عنوان پر عمدہ تحریر اور بہترین تحقیق ہے۔

اور امامِ اہلسنت علیہ الرّحمہ کی تالیفِ لطیف "**ثلج الصدر لایمان القدر**" میں بھی قضائے و قدر کا روشن بیان ہے، جس کا مطالعہ ہر خاص و عام کے لیے نہایت ضروری ہے۔

علامہ خرم محمود سر سالوی صاحب نے رسالہ "**الھام القدیر**" پر تحقیق و تخریج کرنے کی سعادت حاصل کی اور ایک نادر و نایاب تحریر کی اٹھاون/۵۸ سال بعد اوّلین تحقیقی اشاعت کو ادارہ اپنے سلسلہ اشاعت کے 296 ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

اللہ کریم مؤلف و محقق دونوں کو جزاے خیر عطا فرمایئے اور ان کے طفیل مجھے دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمایئے۔ آمین بجاہ النبی الأمین!!!

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء

حرفِ حکایت

علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی علیہ الرحمۃ(1/جمادی الاولیٰ 1385ھ، مطابق 29/ اگست1965ء) ایک زبردست عالم، بے نظیر مدرّس اور کہنہ مشق مفتی تھے، بلکہ اپنے معاصرین میں ''مفتی اعظم پاکستان'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ آپ دو درجن سے زائد کتب کے مصنف اور کئی رسائل و جرائد کے بانی اور مدیر رہے ہیں۔ اردو اور سندھی ہر دو زبانوں میں آپ کی کتب، مضامین و مقالات موجود ہیں۔ ماہنامہ ''الہمایون'' اور ''الاسلام'' آپ کی ادارت میں نکلا کرتے تھے۔ ماہنامہ ''سواد اعظم''-لاہور (مدیر: علامہ حکیم مفتی سیّد غلام معین الدین نعیمی) میں آپ کے فتاویٰ اور مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے قلم نے بیسیوں مضامین و مقالات قرطاس پر بکھیرے ہیں۔

غالباً یہ گزشتہ سال یعنی 2017ء کے اواخر کی بات ہے کہ اپنے ہم سبق دوست مولانا عبدالوحید المدنی صاحب سے یہاں کراچی میں ملاقات ہوئی۔ موصوف نے مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی علیہ الرحمۃ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم حضرت مفتی صاحب کے عرس کا انعقاد کر رہے ہیں اور ساتھ ہی عرس میں شرکت کی دعوت پیش کی۔ باتوں باتوں میں مفتی صاحب کی تصانیف کا ذکر بھی چل نکلا۔ میں نے کہا کہ آپ عرس کے موقعہ پر موصوف کی تصانیف کی اشاعت کا بھی اہتمام کریں۔ مولانا عبدالوحید صاحب نے اس کی حامی بھری، بلکہ کہا کہ حضرت مفتی صاحب کی چند تصانیف ہیں میں گھر جا کر وہاں سے آپ کو بھجواتا ہوں آپ اس پر کام کر دیں اور پھر چند دنوں کے بعد موصوف نے ڈاک بھیج دی جس میں مفتی صاحب کا ایک یہ رسالہ "إِلْهَامُ الْقَدِیْرِ فِی مَسْئَلَةِ التَّقْدِیْر "اور کچھ مختصر سے حالات تھے۔

یہ رسالہ دراصل ایک عرب زندیق ابن زید ثقفی کے رد میں ہے کہ جس نے ساتویں صدی ہجری میں ملکِ شام کے ایک کافر ذمی یہودی کے نام سے اسلام کے اس

پیچیدہ اور مشہور مسئلہ یعنی قضا وقدر کے متعلق ایک نظم لکھ کر علماے اسلام سے جواب طلب کیا۔اس زندیق کا مقصد کافر ذمی کی آڑ میں عقائدِ اسلامی اور شریعتِ مقدّسہ کے اصولوں پر اعتراض کرکے عوام مسلمانوں میں الحاد، بے دینی پھیلانا تھا۔ اس نظم کا جواب اُس وقت کے علماے کرام نے نظم میں بھی دیا تھا جو کہ ''طبقاتِ شافعیہ کبریٰ''(از:علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی)اور''الوافی بالوفیات''(از:الشیخ علاء الدین علی بن اسماعیل القونوی)وغیرہما کتب میں موجود ہے۔حضرت مفتی صاحب نے اس زندیق کی نظم کو اردو کے قالب میں ڈھالا، اس کی مختصر شرح کی اور تنقید وتعاقب بھی خوب کیا۔

مفتی صاحب کے اس مختصر رسالہ کا اسلوب، اندازِ نگارش وطرزِ تحریر باکمال، بات قلوب واذہان میں اثر کر جانے والی اور ایک عام شخص کی بھی فہم سے بہت قریب رہتے ہوئے کی گئی ہے۔یہ چیز دل کو بہت بھا گئی اور میں نے اسی وقت اس پر کام شروع کر دیا اور دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ یہ بھی بہت کم وقت میں مکمل ہو گیا-الحمد للہ علی ذالک-

۔رسالۂ ہٰذا کو کمپوز کرنے کے بعد مندرجہ ذیل چند امور پر کام کیا گیا ہے:-

(۱)... آیاتِ مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۲)... آیاتِ مبارکہ کو منقش بریکٹ ﴿۔۔۔﴾ میں درج کیا ہے۔

(۳)... بعض مقامات پر آیات کا ترجمہ نہیں تھا، وہ کنزالایمان سے دیا ہے۔

(۴)... احادیثِ مبارکہ اور یوں ہی دیگر عربی وفارسی عبارات کی تخریج کی ہے۔

(۵)... رسالہ میں عربی اور فارسی کی جو ایک ایک عبارات غیر مترجمہ تھیں، ان کا ترجمہ متنِ کتاب میں ہی متعلّقہ عبارت کے نیچے اس بریکٹ [] میں کر دیا گیا ہے۔اسی طرح کوئی بھی ضروری وضاحت یا اضافہ اگر متنِ کتاب میں کیا ہے تو اسے اس بریکٹ [] میں ہی رکھا ہے؛ تاکہ مصنّف سے امتیاز رہے اور ایسا محض رسالۂ ہٰذا کی تقریب للتفہیم کے لئے کیا ہے۔

(۶)...رموز واوقاف کا خاص اہتمام کیا ہے۔

(۷)...رسالہ کے شروع میں مفتی صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی (انوار علماے اہلِ سنت—سندھ از صاحبزادہ زین العابدین شاہ راشدی) سے درج کئے ہیں۔

(۸)...رسالہ کے آخر میں "ماخذومراجع" کی فہرست بھی درج کی ہے۔

اور ایک بات، کہ یہ رسالہ آج سے تقریباً اٹھاون برس پہلے حضرت علامہ حکیم مفتی سیّد غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ نے اپنے ادارہ (ادارہ نعیمیہ رضویہ-لاہور) سے شائع کیا تھا۔ اس وقت یہی نسخہ پیشِ نظر ہے اور اسی پر کام کیا گیا ہے۔

اور اخیر میں مولانا عبدالوحید العطاری المدنی صاحب کا مشکور ہوں جن سے یہ نایاب رسالہ ملا اور شفیق وکرم فرما شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّ ظلہ العالی کا بہت بہت مشکور ہوں اور ادارہ جمعیت اشاعت اہلِ سنت کے جملہ ارکان کا کہ یہ رسالہ انہیں کے توسط سے آپ حضرات کے مطالعہ کی میز کی زینت بن رہا ہے۔

ترتیب وتہذیب، تحقیق وتخریج میں ہم نے مقدور بھر فنی واصطلاحی اسقام سے احتراز کرنے اور پروف ریڈنگ میں احتیاط سے کام لینے کی کوشش کی ہے، تاہم غلطی کا امکان باقی ہے۔

حریصِ تراثِ اسلاف

آپ کا اپنا

خرم محمود سرسالوی

[۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ/8اکتوبر2018ء]

(موبائل نمبر:0311-3138106)

(ای میل:tanish2641@gmail.com)

حالاتِ مصنّف

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد صاحبداد خان جمالی

علامہ مفتی محمد صاحبداد خان بن خمیسو خان جمالی گوٹھ لونی (ضلع سبی صوبہ بلوچستان) میں ۱۳۱۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندانی تعلق جمالی قبیلے سے تھا اور آبائی وطن جھوک سیّد قاسم شاہ (تحصیل بھاگ، ڈویژن قلات، صوبہ بلوچستان) تھا، جہاں آپ کی کافی بارانی زمینیں بھی تھیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدا میں آپ نے قرآنِ حکیم ایک مشہور اہل اللہ خواجہ سیّد محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بمقام انجن شیڈ سبی میں پڑھا۔ تین جماعتیں اردو "برنس اسکول" سبی سے پاس کیں۔ عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (متوطن لانڈھی فقیر صاحبان تحصیل بھاگ، ریاست قلات) سے حاصل کی۔ چنانچہ ۱۳۲۶ھ تا ۱۳۳۰ تک وہیں پڑھتے رہے۔اس کے بعد سندھ کے مختلف دینی مدارس میں مروّجہ درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۳۴ھ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے اُس وقت کی دینی درسگاہ "مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ" گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۹ھ) کے پاس ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ کو فارغ التحصیل ہو کر دستارِ فضیلت باندھی۔

قاضی القضاۃ: مفتی صاحب ربیع الاخر ۱۳۵۳ھ / جولائی ۱۹۳۴ء کو حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی فاروقی قدّس سرہٗ کے انتخاب پر خان قلات الحاج میر احمد خان کے استاد اور ریاست قلات کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ ۳۱ مئی ۱۹۵۳ء کو تباہ کن زلزلہ آیا جس نے کوئٹہ اور قلات کو نقصان پہنچایا، اس لئے آپ سندھ واپس آگئے۔ یہ ایسا سبب بنا کہ آپ ہمیشہ کے لئے سندھ کے ہو کے رہے۔ قدرت نے آپ سے سندھ میں بہت بڑا کام لیا۔

سندھ میں قیام: محترم مولانا الٰہی بخش سلطان کوٹی مرحوم رقمطراز ہیں: ۱۳۴۰ھ کو

استاد صاحب نے سلطان کوٹ (ضلع شکارپور) میں مستقل سکونت اختیار کی۔ حضرت مفتی عبد الباقی ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ ہمایون شریف کی سرپرستی میں درس و تدریس، تبلیغ، تصنیف، تالیف، فتاویٰ نویسی اور نشرواشاعت کے کام کا آغاز کیا۔

شادی واولاد: قلات کے خان آپ کے نہایت عقیدت مند تھے۔ اس نے قلات میں قیام کے دوران ممتاز سردار خاندان کی دوشیزہ سے آپ کی شادی کرائی۔ اس سے آپ کو پانچ بیٹے دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

(۱)عبد الغفار جمالی مرحوم (۲)عبد الرشید مرحوم (۳)عبد العزیز مرحوم

(۴)عبد القادر مرحوم (۵)عبد الکریم (بروایت عبد الکریم جمالی۔ کراچی)

صحافت: حجۃ الاسلام، عاشقِ خیر الانام، مفتئ اعظم، علامہ مفتی عبد الغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں آپ نے سندھی میں ماہنامہ ''الھمایون'' رجب المرجب ۱۳۴۲ھ تا ۱۳۴۵ھ تک چار سال جاری رکھا۔ جس نے نجدیت اور رافضیت کو ناک میں چنے چبادیئے۔

اس کے بند ہونے کے بعد علمائے کرام ومشائخ اہلِ سنّت کے اصرار پر سندھی میں ماہنامہ ''الاسلام'' سلطان کوٹ سے ۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء تک چار سال برابر جاری رکھا۔

مفتی صاحب نے جب ماہنامہ ''الھمایون'' اور ''الاسلام'' جاری کئے تو پانچ سو کاپیوں کا سالانہ ہدیہ امامِ انقلاب حضرت پیر سیّد صبغت اللہ شاہ ثانی شہید پیر پگارہ ششم اپنی طرف سے پیشگی ادا فرماتے تھے۔ (سندھ کے دو مسلک، طبع سوئم)

تحریکِ پاکستان: مفتی صاحب ۱۹۳۹ء کو مذہبی نقطہ نظر سے مسلم لیگ میں شامل ہو کر تحریکِ پاکستان کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا۔ ''کانگریس حکومت'' کے خلاف مسجد منزل گاہ سکھر کی آزادی کے لئے کام کیا اور اتمام حجت کے لئے سندھ کے کانگریسی وزیر اعلیٰ خان بہادر اللہ بخش سومرو شکارپوری کو ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء کو مسجد کی آزادی، مسلمانوں کے حقوق کا احترام اور تحریک کے نتائج کے متعلق خط تحریر کیا۔

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس (انڈیا) میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا انعقاد ہوا۔ جس میں برصغیر (پاک وہند اور بنگال) سے دو ہزار علماء ومشائخ اہلِ سنّت نے شرکت کی۔ سب نے متفقہ طور پر یک زبان ہو کر پاکستان کی حمایت کی۔ ان حضرات میں مفتی صاحبداد خان سلطان کوٹی بھی تھے۔ (خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس)

مفتیٔ اعظم پاکستان: آپ کو ''مفتیٔ اعظم پاکستان'' کا خطاب کب اور کس نے دیا؟ یہ فقیر راشدی غفرلہ کے علم میں نہیں ہے۔ فقیر نے جو اس سلسلہ میں تحقیق کی ہے وہ درجِ ذیل ہے۔

اکثر علمائے کرام ومشائخ طریقت نے انہیں اسی خطاب سے یاد کیا ہے اور علمائے اہلِ سنّت وجماعت کے متفق ومرکزی دارالافتاء کے وہ رئیس بھی تھے۔

☆مولانا مفتی سیّد غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ صدرالافاضل وایڈیٹر سوادِ الاعظم لاہور) نے ایک مضمون میں مفتی محمد صاحبداد صاحب کو ''مفتی اعظم'' لکھا ہے۔ (حیاتِ صدرالافاضل، ص۱۹۷، تاریخ آل انڈیا کانفرنس، ص۳۹۸، مطبوعہ کھاریاں)

☆حضرت مولانا مفتی سیّد ریاض الحسن جیلانی حامدی رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد سندھ) نے اپنی تصنیف ''الفیوضات الحامدیہ'' میں آپ کو ''مفتیٔ اعظم پاکستان'' تحریر کیا ہے۔ (الفیوضات الحامدیہ فی تعمیر المساجد، ص۳۵، مطبوعہ حیدرآباد، سن ۱۳۷۴ھ)

☆خطیبِ پاکستان مولانا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (ایڈیٹر ماہنامہ ''سالک'' راولپنڈی) نے رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ /۱۹۵۷ء کے شمارے میں آپ کے نام کے ساتھ ''مفتیٔ اعظم پاکستان'' تحریر کیا ہے۔

☆ حضرت علامہ تقدس علی خان رضوی نے آپ کو ''مفتیٔ اعظم پاکستان'' لکھا۔ (القول المقبول، ص۶)

مولانا مفتی محمد اعجاز ولی رضوی، شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور نے ۱۹۶۰ء کو

آپ کے فتویٰ پر تصدیق کرتے ہوئے آپ کو ”مفتیٔ اعظم“ اور مفتی غلام معین الدین نعیمی نے ”مفتیٔ اعظم پاکستان“ تحریر کیا ہے۔(ایضاً، ص۱۶)

تصنیف وتالیف: آپ نے تدریس کے علاوہ تحریر کے حوالے سے بھی کارہانمایاں انجام دیں۔ بدلتے حالات کو سمجھتے ہوئے قلم کا خوب استعمال کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف قلم کی اہمیت کو سمجھتے تھے، بلکہ اس کو بہترین طریقے سے استعمال کرنا بھی جانتے تھے۔ آپ نے قلم کے ذریعے اسلام وسنیت کی خوب خدمت انجام دی، حق کا بول بالا کیا اور باطل کا سرنگوں کیا۔ اپنے قلم کے ذریعے اصلاحِ عقائد کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ کی بھی خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ مظلوم کی دادرسی کی، ان کے حقوق کی آواز بلند کی اور غافل مسلمانوں کو ان کے فرائض یاد دلانے کے لئے آپ قلم کو جنبش دیتے رہے۔

آپ کی بعض تصنیف وتالیف کے نام درجِ ذیل ہیں۔

1۔ البلاغ المبین فی رد المکتوب المسمیٰ باامام المبین (سندھی) طبع اول ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء۔

2۔الحق الصریح فی جواب الرسالۃ المسماۃ بالاعتقاد الصحیح (سندھی) طبع اوّل: ۱۳۴۹ھ، طبع دوئم ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء۔

اس کتاب پر اس وقت کے نامور آٹھ علماء ذی وقار کی تقاریظ رقم ہیں۔

مثلاً: مولانا قمر الدین عطائی ہمیسر (مدفون شہداد کوٹ) اور ناصر ملت مولانا ناصر جلالی (کراچی) وغیرہ۔

3۔ القول السداد (اردو) جس زمانہ میں مفتی صاحب کا کراچی میں قیام تھا، ان دنوں لاڑکانہ سے مولانا محمد ظہور الحق قادری رضوی (محلہ دڑی لاڑکانہ) نے اردو میں ایک سوال مفتی صاحب سے کیا کہ زید کہتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے سوا کسی شہر وقریہ میں قربانی منشا قرآن مجید نہیں، مکہ میں بھی اتنی ہی ہونی چاہیے جتنی استعمال میں آسکے۔ اس

سوال کانہایت جامع جواب مفتی صاحب نے تحریر فرمایا جس نے ''القول السداد'' کی صورت اختیار کی۔ یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کو سائل مولانا ظہور الحق مرحوم نے اعلیٰ کتابت وطباعت سے مزین کراکے اپریل ۱۹۵۴ء کو سکھر سے چھپوا کر لاڑکانہ سے عام کیا۔

4۔سیف الرحمن علی اعداء القرآن (سندھی): مبلغ اسلام مولانا قمر الدین مہیسر نے ایک استفتا کے ذریعے شیعیت کے متعلق پانچ سوالات کئے۔ مفتی صاحب نے جواب میں سیف الرحمن تحریر فرمائی جو کہ ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ہے جس کو الھمایون کے خصوصی نمبر کے تحت اسی سال یعنی ۱۳۴۵ھ کو شائع کیا۔اس کے علاوہ اسی سال کی ابتدامیں یعنی محرم الحرام ۱۳۴۵ھ کے شمارہ میں بھی شیعہ مذہب کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔

مولانا قمر الدین مہیسر نے اسی خط میں اور مولانا حکیم عبدالوہاب گلال نے ''تحفۃ الوہاب'' جلد اوّل، ص ۱۴ پر ''الہایون'' کے محرم الحرام والے شمارے سے حوالے کوڈ کئے ہیں۔اس شمارہ میں غالباً آپ نے شیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیاہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ دعوت دینے، بلانے والے، خطوط لکھنے والے، محبت کا دم بھرنے والے، بے وفائی کرنے والے اور شہید کرنے والے تمام شیعہ تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ آپ شیعہ فتنہ سے غافل نہیں تھے، بلکہ بروقت ان کارد ان کی بنیادی کتب سے کر کے مسلمانوں کو گمراہی سے بچایااور کھل کر بتایا کہ شیعہ حبِ آل رسول کادعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہی آلِ رسول کے قاتل ہیں۔ آپ کی حقیقت افروز کُتب کا آج تک شیعہ وہابی مدلل جواب دینے سے عاجزرہے ہیں۔

5۔السیف المسلول علیٰ اعداء آل رسول: (سندھی) اس میں آلِ رسول کادشمن شیعہ فرقے کو ان کی امہاتِ کتب سے ثابت کیاگیاہے۔

6۔الصارم الربانی علی کرشن القادیانی: قادیانیت مرزائیت کاردِ بلیغ۔

7۔التوسل بسید الرسل الی خالق الکل (اردو)

8۔ الھام القدیر فی مسئلۃ التقدیر: مسئلہ تقدیر کی وضاحت اور شکوک وشبہات کاازالہ۔

9۔ سبیل النجاح فی مسائل العیال والنکاح: نکاح وطلاق کے مسائل اور عائلی قوانین پر تبصرہ

10۔ القول المقبول فی عظمت قول اللہ والرسول (اردو): لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر امام کے افعال کی پیروی کرنے کے ناجائز ہونے پر مبسوط فتویٰ۔ طبع اوّل ۱۹۶۰ء، طبع دوئم، مسلم کتابوی لاہور ۲۰۰۳ء

11۔ وہابی شفاعت کے منکر ہیں (سندھی)

12۔ اخلاق النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

13۔ اقامۃ البرھان

14۔ عشرۃ عاملہ

15۔ فتاویٰ ناصح

16۔ وہابی گستاخ رسول

17۔ تذکرۃ الصلحاء: خواجہ محمد حسن جان سرہندی کی تالیف کا اردو ترجمہ کیا جسے اس زمانہ کے صوفی عبدالرحیم کلکتہ والے نے کراچی سے شائع کر کے مفت تقسیم کیا تھا۔

18۔ تعمیر مساجد (اردو) نیو میمن مسجد کی تعمیر کے متعلق جاری کردہ فتویٰ۔

19۔ سماعِ موتیٰ

20۔ مطالبہ حق: آریوں کے رد میں

21۔ پرکاش: آریوں کے رد میں

22۔ میلاد شریف وغیرہ موضوع پر رسائل تحریر فرمائے۔

23۔ وہب اللہ شاہ جھنڈے والے کے حکم سے مولوی جمیل خیرپوری سابق صدر مدرس مدرسہ پیر جھنڈہ نے اہلِ سنت وجماعت پر الزامات واتہامات پر مشتمل

کتابچہ بنام ”الالیق بالقبول فی بشریت الرسول“ لکھا۔ مفتی صاحب نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۴ء کو تحریر فرمایا۔

یہ رسالہ غالباً آپ کی آخری تصنیف ہے جو کہ ”القول الانور فی بحث النور والبشر“ (مؤلف علامہ عبدالصمد میتلو مرحوم سابق استاد جامعہ راشدیہ) کے ساتھ غوثیہ کتب خانہ سانگھڑ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی کی مرتبہ کتاب ”حسام الحرمین“ کی تائید اور اکابر دیوبند کے خلاف تاریخی فتویٰ جاری فرمایا جو کہ ”الصوارمِ الہندیہ“ میں محفوظ ہے۔

(ماخوذ از: انوار علمائے اہل سنت-سندھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

الحمدلله ربّ العلمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام علی سیّد المرسلین و خاتم النبیین سیّدنا محمد وآله و أَصْحابه الطیبین المهدیین أَجْمعین. اللهم أرِنا الحقّ حقًّا وارزقنا اتباعه، وأرِنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه.

امّا بعد!

تقدیر کا مسئلہ چونکہ عوام کی سمجھ سے بہت اونچا اور واقعی نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے، اس لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے عام طور پر اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر بھی بر سرِ تذکرہ قرآنِ عظیم، احادیثِ مبارکہ اور کتبِ عقائد میں جہاں اس کا تذکرہ آیا ہے، وہاں علمائے مفسرین و محدّثین و متکلمین نے اس مسئلہ کے سمجھانے کی بہت مفید کوشش فرمائی ہے۔ جزاهم المولی تعالیٰ خیر الجزاء۔

ابن زید ثقفی زندیق (بے دین) نے ساتویں صدی ہجری میں ملکِ شام کے ایک کافر ذمی یہودی کے نام سے اسلام کے اس پیچیدہ اور مشہور مسئلۂ قضاء و قدر کے متعلق ایک نظم لکھ کر علمائے اسلام سے جواب طلب کیا۔ اس زندیق کا مقصد کافر ذمی کی آڑ میں عقائدِ اسلامی اور شریعتِ مقدّسہ کے اصولوں پر اعتراض کرکے عوام مسلمانوں میں الحاد، بے دینی پھیلانا تھا۔ چنانچہ یہ نظم "طبقاتِ شافعیہ کبریٰ" مصنّفہ علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی (المولود بمصر ۷۱۹ھ / ۱۳۱۹ء متوفی ۷۷۱ھ / ۱۳۶۶ء)[1] جلد ششم ص ۲۳۲ مطبوعہ حسنیہ مصر[2] میں ہے اور اُس کا جواب وقت کے علمائے کرام نے نظم

---

(1)۔۔:(بن تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی المولود بسبک فی مصر ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء والمتوفی ۷۵۶ھ / ۱۳۵۵ء صاحبِ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام)

مذکورہ عبارت اوپر متن میں مخلِ سلاست تھی اس لئے نیچے حاشیہ میں رکھ دی گئی ہے۔ (سرسالوی)

(2)۔۔:[دیکھئے قصیدہ ہذا (طبقات الشافعية الكبرى للسبكى: الطبقة السابعة فيمن توفي بعد السبعمائة، رقم 1394 (علي بن محمد بن عبد الرحمن بن خطاب الشيخ الإمام علاء الدين

میں دیا، مگر افسوس ہے کہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہر حال وہ نظم مع مختصر جواب نثر میں عوام بھائیوں کی سہولت کی لئے پیش کرنا موزوں ہے اور اس کا نام ہے:

"إِلْهَامُ الْقَدِیْر فِی مَسْئَلَةِ التَّقْدِیْر"

حق تعالیٰ قبول فرمائے۔إنه قدیر و بالإجابة جدیر.

الباجي)،352/10)=(الوافي بالوفيات:رقم 220 - الشيخ علاء الدين القونوي علي بن إسماعيل،151/20)]

نظم یہ ہے:۔

(1)	أَيَا عُلَمَاءَ الدِّينِ ذِمِّيُّ دينكم
	تَحَيَّرَ دُلُّوهُ بِأَوْضَحِ حُجَّةِ

یعنی،اے علماے دین !تمہارے دین کا ایک ذمی بنایا ہوا پریشان ہے،روشن دلائل سے اُس کی رہنمائی فرمایئے۔

نوٹ: ذمی اُس غیر مسلم کو کہا جاتا ہے جو اسلامی حکومت کا رعیتی ہو کر رہے،اُس کے مال وجان کی حفاظت اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے ذمہ ایسی ہو جیسی مسلمانوں کے مال وجان کی حفاظت کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆

(2)	إِذَا مَا قَضَى رَبِّي بِكُفْرِي بِزَعْمِكُمْ
	وَلَمْ يَرْضَهُ مِنِّي فَمَا وَجْهُ حِيلَتِي

یعنی،جب کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے اعتقاد کے مطابق میرا کفر مقرّر کر دیا ہے اور میرے کفر سے وہ راضی بھی نہیں ہے تو بتاؤ میرے لئے اب چارۂ کار کیا ہے؟

﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾﴾(سورۂ طلاق)[1]

بے شک اللہ نے ہر ایک چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

نوٹ: اسلام کے مسئلۂ تقدیر میں قضاء و قدر اور حکم کے الفاظ اکثر ایک ہی معنی میں مستعمل ہوئے ہیں،اگرچہ دوسرے موقعوں پر یہ الفاظ جُدا جُدا معنوں میں بھی مستعمل ہوئے ہیں۔چنانچہ شیخِ محقّق عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ" باب الایمان بالقدر میں فرماتے ہیں کہ:

فی"القاموس":قدر بتحریک، قضاء و حکم ۔وفی"النہایۃ" :قدر آنچه

(1)۔۔:[پ:۲۸،سورۃ الطلاق،۳]

قضاء نموده وحکم کرده الہی تعالی از امور و سکون ۔نیز آمده و لیلة القدر شبے که تقدیر نموده میشورد در وے ارزاق واعماربندگان ۔ودر "صراح" گفته:قدر بسکون وحرکت اندازه کردهٔ خداے بر بنده از حکم وازیں عبارت ظاہر شد که قضاء و قدر بیک معنی است۔انتہی(1)

[قاموس میں ہے: قَدَر قاف و دال کی حرکت کے ساتھ ، بمعنی قضا و حکم۔نہایہ میں ہے: قَدَر وہ امور جن کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ اور حکم فرمادیا ہے۔ قَدْر بسکون دال بھی آیا ہے۔ ولیلۃ القدر وہ رات جس میں لوگوں کے رزق اور ان کی عمروں کا اندازہ متعین کیا جاتا اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ صراح میں ہے: قَدْر بسکون و فتح دال، بندے پر اللہ کے حکم کا اندازہ۔ ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ قضا و قدر دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔]

اس سے ثابت ہوا کہ تقدیر کو قضاء و حکم بھی کہتے ہیں اور قدر سے مراد وہ مقرّرہ انداز ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم کی بنا پر تمام مخلوق کے متعلق اُن کے پیدا ہونے سے بہت پہلے مقرّر انداز کر کے حکم لگایا اور لوحِ محفوظ میں ثبت فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ حدید میں ہے:

﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚۖ(۲۲) لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ(۲۳)﴾(پ:۲۷، سورۂ حدید، [۲۲۔۲۳])

یعنی، نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں ، مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اُسے پیدا کریں ، بے شک یہ اللہ کو آسان ہے ، اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اُس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اُس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں

(1)۔۔:اشعة اللمعات شرح مشكاة: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، 86/1

بھاتا کوئی اِترانے والا بڑائی مارنے والا۔(اس کی زیادہ تشریح آگے آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ)

بہر حال یہ زندیق ایک ذمی کی آڑ میں مغالطہ دیتا ہے کہ جب مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق میرے لئے تقدیر میں پہلے ہی سے کافر ہونے کا اندازہ لگایا جا چکا ہے اور میرے لئے کفر لکھا گیا ہے اور خدا تعالیٰ میرے کفر اختیار کرنے پر راضی بھی نہیں ہے تو بتاؤ میرے لئے دوسرا چارہ ہی کیا ہے؟

اُوپر معلوم ہوا کہ تقدیر کے معنی مقرر اندازہ کرنے کے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے قدیم علم کے مطابق ہر ایک چیز اور ہر ایک بندے کے خیر و شر کے متعلق نیک و بد کا اندازہ مقرّر فرما کر لکھ دیا ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ اپنے علم کے مطابق اندازہ مقرّر کر کے لکھ دینا اور چیز ہے اور اپنے ارادہ اور عقل کے مطابق مکلّف بندہ کا خداداد اختیار سے اپنے لئے بُرائی یا بھلائی اختیار کرنا اور چیز ہے۔اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مقرّر اندازہ کے مطابق بندہ کو جبراً نیک کام یا بد کام کرنے پر مجبور بھی کیا ہے، جب کہ اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ سمجھا دیا کہ یہ نیک کام ہے اور یہ بد کام ہے، یہ کفر ہے، یہ اسلام ہے، یہ باطل ہے، یہ حرام ہے، یہ حلال ہے، یہ سچ ہے، یہ جھوٹ ہے۔ساتھ ہی قوّتِ ارادی، عقل اور سمجھ بھی دی اور کچھ اختیارات بھی عطا فرمائے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پوری وضاحت کے ساتھ حق اور اسلامی تعلیمات کو ظاہر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (1)

بے شک خوب جدا ہو گئی نیک راہ گمراہی سے۔

---

(1)۔۔:[پ:۳،سورۃ البقرہ،۲۵۶]

اور فرمایا: اب اپنے ارادہ و اختیار سے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے، بے شک ظالموں کے لئے آگ تیار ہے۔(سورۂ کہف) (1)

تفسیرِ کبیر میں اس آیتِ مبارکہ ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾ (2) کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ واؤ تخییر کے لئے نہیں ہے، بلکہ ﴿فَلْيَكْفُرْ﴾ وعیدی طور پر ہے، یہ اختیار بندوں کو عطا فرمایا ہے جس پر جملہ ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾ صریح قرینہ ہے۔ (3)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (4)

تاکہ خدا تعالیٰ تمہیں آزمائے کہ تم میں عملوں کے لحاظ سے کون اچھا ہے۔

اور حدیث «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ» (5) کا مقصد بھی یہی ہے کہ جیسے عملوں پر خاتمہ ہو گا اُن کا ہی اعتبار ہو گا، «إِنْ كَانَ خَيْرًا فَخَيْرٌ، وَإِنْ كَانَ شَرًّا فَشَرٌّ» (6)، [اگر اعمال بھلے تھے تو بھلائی اور اگر اعمال بُرے تھے تو اُسی کے مطابق جزا ہو گی]۔(حق تعالیٰ خاتمہ ہمارا بالخیر فرمائے۔ آمین)

---

(1)۔۔: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾ [پ:١٥، سورۃ الکہف، ٢٩]

(2)۔۔: [پ:١٢، سورۂ ہود، ٧]

(3)۔۔: التفسير الكبير: سورة الكهف، تحت الآية ٢٩، 459/21

(4)۔۔: [پ:١٥، سورۃ الکہف، ٢٩]

(5)۔۔: صحيح البخاري: كتاب القدر، باب العمل بالخواتيم، رقم 6607

(6)۔۔: كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال: حرف الهمزة، الكتاب الثالث في الأخلاق، كتاب الأخلاق من قسم الأفعال، الباب الأول، الفصل الثاني، رقم 8426، 674/3

﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾[1] اُس کی شان بہت بلند ہے۔

شعر:

اے بیروں از وہم و قال و قیل من

خاک بر فرق من و تمثیل من

(مولانا روم)

باتشبیہ کوئی جوتشی یا نجومی[2] یا رمّال[3] یا جفّار[4] اپنے علم کی بنا پر کسی کے متعلق حساب کر کے لکھ رکھتا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں یہ نیک کام کرے گا اور فلاں وقت میں چوری وڈاکہ یا قتل کا مُرتکب ہو کر سزا پائے گا اور وہ اُس کے مطابق اپنے اختیار سے وہ جرائم کر کے کورٹ سے سزا پاتا ہے اور اُسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جوتشی وغیرہ نے اپنے علم کے مطابق اندازہ لگا کر پہلے سے میرے لئے یہ لکھ دیا تھا۔ اب کوئی عقل مند یہ سوچ سکتا ہے کہ اس کے جرائم کرنے کی سزا جوتشی وغیرہ کو دی جائے؟ یا اس جوتشی نے اس مجرم سے وہ کام کرائے ہیں؟ یا اس نے پہلے سے اس کے متعلق یہ اندازہ کیوں لگایا؟ یا یہ مجرم حاکم یا مجسٹریٹ یا جج سے یہ کہہ کر سزا سے بچ سکتا ہے کہ میری تقدیر میں ایسا لکھا ہوا تھا، مجھے سزا نہ دی جائے؛ کیوں کہ یہ کام میں نے اپنے اختیار اور ارادہ سے نہیں کئے ہیں، تقدیر نے مجھ سے یہ کام کرائے ہیں اور سزا بھی تقدیر کو دی جائے؟ اس قسم کی باتیں کوئی تسلیم کرے گا؟

---

(1)۔۔:[پ:۱۴، سورۃ النحل، ۶۰]

(2)۔۔:[علم نجوم کا ماہر۔ جوتشی، ستاروں کی چالیں پڑھ کر حالات بتانے والا شخص۔(فیروز اللغات:ن-ج، ص1352)۔(ج-و، ص481)]

(3)۔۔:[علمِ رمل کا ماہر۔ رمل: ایک علم کا نام جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔(فیروز اللغات:ر-م، ص718)]

(4)۔۔:[علم جفر کا ماہر۔ جفر: ایک علم جس سے غیب کا حال بتایا جاتا ہے۔(فیروز اللغات:ج-ف، ص462])

اور اسی طرح اُس جوتشی وغیرہ نے اُس شخص کے متعلق یہ بھی لکھا تھا کہ وہ فلاں وقت بیمار ہوگا یا تنگ دست ہوگا یا محتاج ہوگا یا اُسے کوئی مارے گا یا پیٹے گا یا اس کی کوئی چوری کرے گا یا مال لُوٹے گا، تو اس لکھنے پر وہ جوتشی وغیرہ کو ملامت کر سکتا ہے؟ یا اس پر نالش کر سکتا ہے کہ انہوں نے مجھے مارا پیٹا یا چوری کرائی یا مال وغیرہ لوٹا یا پہلے سے میرے لئے ایسا کیوں لکھا؟ اور یہ جوتشی بھی اس میں مجرم ہے اسے سزا دی جائے؟ اگرچہ شریعتِ مقدّسہ میں نجومیوں وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں، مگر سمجھانے کے لئے مثال دی گئی اور جب یہ شخص تقدیر کو ہی بہانہ بناتا ہے تو اپنے چور وغیرہ مجرمین کو حاکم سے سزا دلانے کی کوشش کیوں کرتا ہے؟

حدیثِ مسلم کی تشریح:

اس بحث میں ایک خدشہ صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے رہ جاتا ہے جو مشکٰوۃ کے باب الایمان بالقدر[1] کے شروع میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے ربّ کے یہاں عالمِ غیب میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ ہوا اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اس مباحثہ میں غالب آئے اور «عِنْدَ رَبِّهِمَا» کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ دار الفناء دنیا کا نہیں، بلکہ دارالبقاء عالمِ غیب کا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ سے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے تمہیں

---

(1)۔۔:مشكاة المصابيح: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الْفَصْل الأول، رقم81، 30/1 الفاظِ حدیث یہ ہیں:(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، قَالَ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا (وَعَصَى آدَمُ ربه فغوى)، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى».)

پیدا فرما کر تمہارے جسم میں روح ڈالی اور ملائکہ سے سجدۂ تعظیمی کرایا(نہ کہ سجدۂ عبادت؛ کیوں کہ سجدۂ عبادت شرک ہے اور شرک کسی شریعت میں اور کسی بھی جائز نہیں ہوا)اور بہشتِ بریں میں جگہ دی،تو آپ اجتہادی خطا یا نسیان کی وجہ سے لوگوں کے زمین پر اُتارنے کے سبب بنے ہیں۔اس لئے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تمہیں حق تعالیٰ نے اپنی رسالت سے نوازا اور براہِ راست تم سے گفتگو فرمائی اور ایسی کتاب عطا فرمائی جس میں ہر شے کا بیان ہے اور رازداری کا قُرب تمہیں بخشا،تو کیا تمہاری مقدس کتاب توریت میں میری پیدائش سے چالیس/۴۰ سال پہلے یہ میری نسیانی خطا حق تعالیٰ نے نہیں لکھی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! برابر چالیس/۴۰ سال پہلے حق تعالیٰ نے آپ کی خطا کے متعلق لکھ دیا تھا۔اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا ایسے عمل کے متعلق تم مجھے ملامت کرتے ہو جو میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میرے لئے لکھا جاچکا تھا؟

اس مباحثہ کے متعلق آں حضرت[صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم]نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام،موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی کے متعلق پہلے لکھے جانے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُس سے یہ کام جبراً کرایا ہے؟اُس کے اپنے اختیار اور ارادہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے،جیسا کہ آدم علیہ السلام کے جواب سے ظاہر ہے۔

اس کا جواب شرّاحِ حدیث(علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء اور شیخ محقّق عبدالحق محدّثِ دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء علیہما الرحمہ وغیرہ)نے یہ دیا ہے کہ:

پس موسی علیه السلام بمقتضائے ظاہر وعالمِ اسباب و موجبِ امر و نہی تکلم کرد و آدم علیه السلام نطق بحقیقت و نظر بتقدیر فرمود وہر دو برحق اند۔انتہی(اشعۃ اللمعات:جلد اوّل،

ص84)[1]

[ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقضائے ظاہر اور عالمِ اسباب اور امر و نہی کے مطابق یہ گفتگو کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر آپ کو یہ جواب دیا، لہذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال وجواب اپنی جگہ درست اور حق ہے۔]

اور اسی جگہ ہے کہ:

ودر عالم اسباب كه قطع نظر از وسائط دراں جائز نه باشد ولہذا آدم عليه السلام در حيات خود گفت: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔۔﴾ الخ، انتہی[2]

[ترجمہ: یہ مباحثہ عالمِ اسباب میں نہ تھا کہ عالمِ اسباب میں وسائط و اسباب سے قطعِ نظر کرنا درست اور جائز نہیں ہے، اسی بنا پر آدم علیہ السلام نے اپنی ظاہری زندگی میں اس خطا سے معذرت کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔۔﴾]

یعنی، چوں کہ یہ گفتگو اور مباحثہ اُس وقت کا ہے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام عالمِ اسباب اور عالمِ دنیا کی تکلیفات سے گزر کر عالمِ غیب اور عالمِ برزخ میں پہنچ چکے تھے اور بخشش کے بعد کسی کی خطا کے متعلق بندوں کا اُس سے سبب پوچھنا آپ کی نظر میں

---

(1)۔۔:اشعة اللمعات شرح مشكاة: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الْفَصْل الأول، 89/1=مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الْفَصْل الأول، تحت الرقم81، 149/1تا151

(2)۔۔:اشعة اللمعات شرح مشكاة: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الْفَصْل الأول، 89/1

کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ آیت ﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾[1] اس پر شاہد ،اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اُس وقت کے لحاظ سے یہ جواب دیا، ورنہ دنیا میں تو خود انہوں نے اپنی اجتہادی یا نسیانی خطا (جس پر ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ سورۂ طٰہ ،ع۶)[2] کا قرآنی ارشاد دال ہے) کو بہت ہی محسوس کیا اور بڑے افسوس سے اظہار فرمایا تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا (حسبِ مقولۂ مشہورہ «**حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ**»[3]) اور گڑ گڑا کر حضرت ربّ العزت جلّ شانہُ سے قرآنی الفاظ میں اپنی نسیانی خطا کی معافی مانگی۔ یہ معافی مانگنا اپنی خطا کا اقرار اور اعتراف کرنا ہے، جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے سوال کیا اور قرآن پاک میں ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ جیسے الفاظ کی صراحت ہے۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳﴾ (پ:۸، سورۂ اعراف، رکوع ۹)

یعنی، اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہم پر رحم نہیں فرمائے اور بخشش نہ کرے تو ضرور ہم نقصان کاروں میں سے ہوں گے۔

اور "مرقاۃ شرح مشکاۃ" جلد اوّل ص ۱۲۴ میں اس حدیث کی شرح میں ہے کہ:

[وَاعْلَمْ أَنَّ هَذِهِ الْقِصَّةَ تَشْتَمِلُ عَلَى مَعَانٍ مُحَرَّرَةٍ لِدَعْوَى آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُقَرَّرَةٌ لِحُجَّتِهِ. مِنْهَا:] أَنَّ هَذِهِ الْمُحَاجَّةَ لَمْ تَكُنْ فِي عَالَمِ الْأَسْبَابِ الَّذِي لَا يَجُوزُ فِيهِ قَطْعُ النَّظَرِ عَنِ الْوَسَائِطِ وَالِاكْتِسَابِ، بَلْ فِي عَالَمِ الْعُلْوِيِّ عِنْدَ مُلْتَقَى

---

(1)۔۔:[پھر اسے اس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی][پ:۱۶، سورۂ طہ، ۱۲۲]

(2)۔۔:[تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا][پ:۱۶، سورۂ طہ، ۱۱۵]

(3)۔۔:عمدة القاري شرح صحيح البخاري: كتاب التهجد، باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم حتى ترم قدماه، 180/7

الْأَرْوَاحِ وَمِنْهَا: أَنَّ آدَمَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - احْتَجَّ بِذَلِكَ بَعْدَ انْدِفَاعِ مَوَاجِبِ الْكَسْبِ مِنْهُ، وَارْتِفَاعِ أَحْكَامِ التَّكْلِيفِ عَنْهُ. وَمِنْهَا: أَنَّ اللَّائِمَةَ كَانَتْ بَعْدَ سُقُوطِ الذَّنْبِ وَمُوجِبِ الْمَغْفِرَةِ. انتهى(1)

[جان لو! یہ قصہ کچھ ایسے معانی پر مشتمل ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے دعویٰ کو ثابت کرنے والے اور ان کی دلیل کو پختہ کرنے والے ہیں:

ان معانی میں سے پہلا یہ ہے کہ یہ مناظرہ عالمِ اسباب میں نہیں ہوا کہ جس میں وسائط اور اکتساب سے قطعِ نظر کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو عالمِ علوی میں روحوں کی ملاقات کے وقت ہوا۔

ان معانی میں سے دوسرا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے خود مواجبِ کسب کے دور ہونے اور احکامِ تکلیف کے خود سے اٹھ جانے کے بعد اس کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

ان معانی میں سے تیسرا یہ ہے کہ ملامت گناہ کے ساقط ہونے اور مغفرت کے ثابت ہونے کے بعد تھی۔]

یعنی، اس حدیث میں «عِنْدَ رَبِّهِمَا» کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ مباحثہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی دنیاوی زندگی میں نہیں ہوا، بلکہ عالمِ برزخ کی زندگی میں اپنے ربّ کے یہاں یہ مباحثہ ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ عالمِ برزخ دار البقاء کی اکمل زندگی کے مباحثہ کو دنیا کی فانی زندگی کے مباحثہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اس حدیث کا مقصد فقط مسئلۂ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔

تنبیہ:

---

(1)۔۔:مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الْفَصْل الأول، تحت الرقم81، 151-150/1

یہ بات ضرور یادرہے کہ جن چیزوں کا اختیار اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دیا ہی نہیں اور وہ چیزیں بندوں کے بس میں ہی نہیں تو حق تعالیٰ ان چیزوں کے متعلق بندوں سے کوئی باز پُرس بھی نہیں فرمائے گا، اس لئے کہ بندوں کو ان کا مکلّف ہی نہیں بنایا گیا، جیسے کہ بندوں کا بیمار، تندرست ہونا اور بندوں کا جینا اور مرنا اور اُن کا تنگ دست ہونا اور دولت مند ہونا وغیرہ یہ سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔

باقی رہا بیماری کا علاج کرنا ہلاکت سے بچنے کی کوشش کرنا دینی و دنیاوی ترقی کے لیے سعی کرنا تو ﴿لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾[1] کے ماتحت بے شک انسان کے بس میں ہے مگر جہاں بے بسی ہے وہاں اس کا سوال کبھی نہ ہو گا کہ تو کیوں پیدا ہوا اور کیوں مرا؟ اور کیوں مال دار ہوا اور کیوں تنگ دست ہوا؟ اور کیوں بیمار پڑا اور کیوں تندرست ہوا؟ اور یہ سب چیزیں تفصیل سے بندوں کے پیدا ہونے سے پہلے رجسٹرِ تقدیر (لوحِ محفوظ) میں لکھ دی ہیں۔ چناں چہ سورۂ حدید کے مذکورہ بالا ارشاد میں اسی حقیقت کو روشن فرمایا کہ جب انسان کے پیدا ہونے سے پہلے تقدیر میں لکھا جاچکا ہے کہ محض فضلِ ربّانی سے جس کو جاہ و جلال اور خدا داد صلاحیتیں اور سب جسمانی و روحانی قوتیں اور نعمتیں نصیب ہوں تو فطرتی طور پر اس پر خوشی کا اظہار تو بے شک کرے اور ہمیشہ تحدیثِ نعمت وغیرہ کے ذریعے شکریہ ادا کرتا رہے اور ثواب پائے، مگر اس پر اِترانا اور ناز و فخر کا اظہار کرنا شدید ممنوع ہے جس پر گرفت ہو گی؛ کیوں کہ یہ بس کی چیز ہے۔

حسبِ فرمان: ﴿وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ۝۲۳﴾ [پ:۲۷، سورۂ حدید، ۲۳]

یعنی، جو چیز حق تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اُس پر اِتراؤ نہیں اور اللہ اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں فرماتا۔

---

(1)۔۔: [پ:۲۷، سورۃ النجم، ۳۹]

اور اسی طرح پہلے سے لکھی ہوئی تقدیرِ الٰہی کے مطابق مال و اولاد وغیرہ خداداد نعمتیں تم سے جاتی رہیں تو ان مصائب و آلام پر طور پر غم ورنج کیا جاسکتا ہے مگر حد سے زیادہ جزع فزع کرنا، چیخنا چلّانا اور بے صبری کرنا ہرگز جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جان ومال اور اولاد وغیرہ جاہ ومنصب خداتعالیٰ کی طرف سے ہمیں کچھ مدّت کے لیے بطورِ امانت دی گئی ہیں۔ اگر مالکِ حقیقی اپنی امانتیں ہم سے واپس لے لے تو اس پر حد سے زیادہ زیادہ افسوس غیرِ طبعی ہے، اس پر گرفت ہوگی، چناں چہ ارشاد ہے:

﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ﴾[پ:۲۷، سورۂ حدید، ۲۳]

جو چیز تم سے لی جارہی ہے اُس پر اتنا غم نہ کرو کہ وہ خود تمہارے لیے ایک دوسری مصیبت بن جائے۔

یہ ارشاد اس حقیقت کو ظاہر فرماتا ہے، چناں چہ "تفسیرِ کبیر" میں اس آیت کے تحت تصریح ہے کہ:

لَيْسَ الْمُرَاد مِنْ قَوْلِهِ: ﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾ نَفْيَ الْأَسَى وَالْفَرَحِ عَلَى الْإِطْلَاقِ بَلْ مَعْنَاهُ لَا تَحْزَنُوا حُزْنًا يُخْرِجُكُمْ إِلَى أَنْ تُهْلِكُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَعْتَدُّوا بِثَوَابٍ عَلَى فَوَاتِ ما سلب منكم، ولا تفرحوا فرحاً شديداً يُطْغِيكُمْ حَتَّى تَأْشَرُوا فِيهِ وَتَبْطُرُوا، وَدَلِيلُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ فَدَلَّ بِهٰذَا عَلَى أَنَّهُ ذَمَّ الْفَرَحَ الَّذِي يَخْتَالُ فِيهِ صَاحِبُهُ وَيَبْطُرُ، وَأَمَّا الْفَرَحُ بِنِعْمَةِ اللهِ وَالشُّكْرُ عَلَيْهَا فَغَيْرُ مَذْمُومٍ، وَهٰذَا كُلُّهُ مَعْنَى مَا رَوَى عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ يَفْرَحُ وَيَحْزَنُ وَلٰكِنِ اجْعَلُوا الْمُصِيبَةَ صَبْرًا وَالْخَيْرَ شُكْرًا.[1]

یعنی، مطلق غمگین ہونے کی اور خوش ہونے ممانعت نہیں ہے، بلکہ ایسی غمگینی جو

(1)۔۔:التفسیر الکبیر: سورۃ الحدید، تحت الآیۃ ۲۳، 469-468/29

زیادہ تکلیف وہلاکت میں ڈالے اور مصیبت پر صبر کرنے کے ثواب کو کھودے اور ایسی خوشی بھی منع ہے جو خدا کی نافرمانی اور گھمنڈ وغرور کی طرف لے جائے، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا مقصد ہے کہ طبعی طور پر ہر شخص خوش بھی ہوتا ہے اور غمگین بھی، مگر مصیبت پر صبر کرو اور خوشی پہنچنے پر شکریہ ادا کرو۔

☆☆☆☆

پھر آگے چل کر زندیق نے یہ مغالطہ دیا ہے کہ:

(3)

دَعَانِي وَسَدَّ الْبَابَ عَنِّي فَهَلْ إِلَى
دُخُولِي سَبِيلٌ بَيِّنُوا لِي قَضِيَّتِي

حق تعالیٰ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور مجھ سے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا تو اب میرے داخل ہونے کا کوئی راستہ ہے؟ بتلایئے کہ میرے لیے کیا فیصلہ ہے؟

نوٹ: زندیق مذکور نے یہاں یہ مغالطہ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ قرآن، پاک اور رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپ کے نائبین کے ذریعہ مجھے اسلام و ایمان کی دعوت دے کر پھر مجھ سے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہے تو میرے لیے اسلام و ایمان میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں، یہ زندیق کا خدا تعالیٰ پر محض افترا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے ہدایت کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ مکلّف بندوں کو میں نے بے اختیار و مسلوب الارادہ بنادیا ہے اور یہ محض جامد ہیں یا اِن کو فعل مختار بنا کر جبراً ایمان لانے سے ان کو روک دیا ہے یا کفر و شرک اور بُرے کام کرنے پر مجبور کیا ہے؟ حالاں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمام مکلّف بندوں کو سمجھ و اختیارات اور قوّتِ ارادی عطا فرما کر حضرات انبیا علیہم السلام کے ذریعہ ہدایت کے دروازے یکساں طور پر کھول دیئے ہیں اور زیادہ تفصیل یہ ہے کہ ”شرح فقہ اکبر“ ص ۴۳ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

ولم يُجبِرْ أحدًا من خلقِهِ على الكفرِ ولا على الإيمانِ.[1]

یعنی حق تعالیٰ کسی کو کفر اور ایمان پر جبر نہیں فرماتا۔

اور خدا تعالیٰ نے سب انسانوں کے لیے یکساں طور پر زراعت و تجارت وغیرہ ملازمت، ہنر و پیشہ و مزدوری وغیرہ حلال رزق کے اسباب کے دروازے کھول دیئے ہیں مگر پھر بھی شریر اور فسادی لوگ جُوا اور چوری اور ڈاکہ و سود و رشوت و زناکاری وغیرہ حرام کاریوں کو اپنے ارادہ و اختیار سے رزق حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ اُن کی اپنی بُری سمجھ اور بُرے ارادوں کا قصور ہے حق تعالیٰ نے تو ان سے حلال رزق کمانے کے دروازے بند نہیں فرمائے ہیں۔ اگر کوئی اپنی بُری ذہنیت کی بنا پر اپنے لیے حلال رزق حاصل کرنے کے دروازے بند سمجھتا ہے تو یہ اُس کی کم عقلی اور تنگ نظری ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ نے حق و باطل اور حلال و حرام کے فرق سمجھنے کا اختیار عطا فرما کر مکلّف بندوں سے امتحان لینا چاہتا ہے؛ تاکہ نیک و بدّ اپنا نتیجہ خود دیکھ لیں اور ثواب یا عذاب حاصل کریں۔

تنبیہ: یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ جان بوجھ کر یا نادانستہ طور پر قرآن عظیم کے ماقبل اور مابعد اور سیاق وسباق کے مضمون کو چھوڑ کر فقط محض درمیانی جملے ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾[2] جیسے اپنی تائید میں پیش کر کے بیچارے عوام کو غلط فہمی کا شکار بناتے ہیں۔ مثلاً:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۟﴾[پ:۱، سورۃ البقرہ،۷]

یعنی، تعالیٰ نے مذکورہ بالا کفار کے دِلوں پر مہر کر دی ہے (جو حق بات کو نہیں

(1)۔۔:منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر: ص 151

(2)۔۔:[پ:۵، سورۃ النساء،۴۳]

سمجھتے) اور اُن کے کانوں پر مُہر کر دی ہے (جو حق بات کو نہیں سُنتے) اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے (جو حق کو نہیں دیکھتے) اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اور یہی تو " دَعَانِي وَسَدَّ الْبَابَ عَنِّي " ہے، یعنی دعوتِ ایمان دے کر مجھ سے ایمان لانے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

اِس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب خود ہی ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی ہے تو کیسے حق بات کو سُن کر سمجھیں؟ اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے تو کیسے حق کو دیکھ کر نصیحت حاصل کریں؟

اس کا جواب ظاہر ہے کہ جن کافروں کا اُوپر ذکر ہے وہ ظاہری آنکھوں سے اندھے نہیں تھے اور نہ کانوں سے بہرے بنا دیئے گئے تھے اور نہ اُن کی عقل و سمجھ اُن سے چھین لی گئی تھی کہ کچھ سمجھ ہی نہ سکیں، بلکہ دنیا کے معاملات سوچ سمجھ کر ہی کرتے تھے مگر آخرت سے غافل تھے۔

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝﴾ [پ:۲۱، سورۃ الروم، ۷]

[جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔ (کنز الایمان)]

فقط خدا تعالیٰ اور اُس کے سچے رسول (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم) اور قرآن پاک اور اسلام کی باتوں سے جان بوجھ کر، قصداً، اپنے اختیار سے، اپنی بغاوت اور سرکشی و عناد اور ضِد کی بنا پر ان اعضا سے خود کام نہیں لیا تھا اور کفر اختیار کیا، جِس کا ذکر اُوپر کے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کے تحقیقی جملہ سے واضح ہو چکا ہے۔ یعنی، بے شک جن لوگوں نے خود کفر اختیار کیا ہے اُن کے لیے عذابِ الٰہی سے تمہارا اڈرانا، نہ ڈرانا برابر ہے ۔ یہ ایمان لانے والے ہی نہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

﴿۶﴾[پ:۱، سورۃ البقرہ،۶]

یہاں مذکورہ بالا کفّار کے کفر اختیار کرنے کے بعد ہی حق تعالیٰ نے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (1) کی وعید سُنادی کہ آپ ان کے لیے زیادہ فکر نہ کریں۔

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝۳﴾[پ:۱۹، سورۃ الشعراء،۳]

یعنی، کیا کہیں تم اُن کے غم میں اپنی جان پر کھیل جاؤ گے کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

آپ نے اپنا تبلیغی فرض منصبی ادا کر دیا، یہ کفار اپنے ارادہ اور اختیار سے کفر جیسی بغاوت اور حق کی عداوت پر اَڑ جانے کی وجہ سے عذابِ عظیم کے مستحق ہو چکے ہیں، اب آپ کی تبلیغی اور تفہیمی سرگرمیاں ان کے لیے کارگر نہیں ہو سکتیں۔

بلا تشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشفق معالج اور مہربان حاذق طبیب کسی مہلک بیماری کے مریض کا نہایت ہمدردی سے علاج کرنے کی بلیغ کوشش کرے، مگر مریض اپنی حماقت اور کمال نادانی کے باعث مہربان معالج اور اُس کے علاج سے سخت نفرت کا اظہار کر کے شدید مخالفت شروع کر دے، تو حاذق حکیم اُس کی مایوس کن حالت کو دیکھ کر اسے لاعلاج ٹھہرائے اور موت کے عذاب کا ڈر واسنائے کہ افسوس تیرا درد و مرض شفا کے قانون سے گزر گیا ہے۔

مصرعہ:

ہیہات کہ دردِ تو ز قانونِ شفا رفت

قرآنِ عظیم میں جہاں اس قسم کے جملے ارشاد فرمائے ہیں وہاں پہلے سے انبیا علیہم السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے مقابلہ میں حق کی عداوت اور کفر جیسی بغاوت پر اڑ جانے کے بعد بطور ڈرانے کے ایسے اقوال ارشاد فرمائے ہیں جیسے کہ فردِ جرم کے قوی ثبوت دیکھ کر بطور استحقاق کوئی جج ظاہر کر دے اور تفصیلی دلائل کو بعد میں ہر فرد کے متعلق

---

(1)۔۔:[پ:۱، سورۃ البقرہ،۷]

پیش کر کے ہر ایک مجرم کو مطمئن کرے گا اور کافر کا خود کفر اختیار کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کا اپنے اختیار سے زہر کھانا اس پر ہر شخص فیصلہ کرے گا کہ زہر ضرور اثر کرے گا۔

اسی طرح قرآنِ عظیم میں اکثر جگہ خاص ایسے نافرمان گروہوں کے متعلق وعیدی جملے ارشاد فرمائے ہیں جب کہ پہلے سے ان کی بغاوت و سرکشی اور گمراہی اختیار کرنے کا صاف اور واضح طور پر تذکرہ فرمایا مثلا ارشاد ہے کہ یہود نے عہد شکنی کی اور خدائی آیتوں کا انکار کیا اور انبیا علیہم السلام کو ناحق قتل کیا اور حضور انور علیہ الصلوۃ و السلام سے صاف کہہ دیا کہ آپ کی تبلیغ ہمارے دلوں پر اثر نہیں کر سکتی؛ کیوں کہ ہمارے دلوں پر پردہ ہے تو ان کفریات اور بغاوتوں کے بعد فرمایا کہ:

﴿بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝﴾[پ: ۶،سورۃ النساء،۱۵۵]

یعنی، بلکہ خدا تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر ان کے کفر اختیار کرنے کے باعث مُہر کر دی ہے تو یہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے۔

ایسے ہیں جو مُہر کر دینے سے مستثنٰی قرار دے دیے گئے ہیں اور ان میں ایمان لانے کی صلاحیت و استعداد باقی ہے جیسے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے کفر اختیار کرنے پر ہی مُہر کری ہے جس پر "بکفرہم" کا قرینہ صریحہ بھی موجود ہے۔ قرآن عظیم نے جہاں جہاں﴿مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ﴾[1] کے جملے ارشاد فرمائے ہیں وہاں ضرور پہلے سے کفار مجرمین کے کفر و ضلالت اختیار کرنے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

﴿فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ﴾[پ:۲۸،سورۃ الصف،۵]

پھر جب وہ خود پھر گئے تو حق تعالیٰ نے بطورِ سزا اُن کے دلوں کو حق سے پھیر دیا۔

---

(1)۔۔: جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔(کنز الایمان)[پ:۹،سورۃ الاعرف،۱۸۶]

یہاں صراحت کے ساتھ فرمایا کفار پہلے جب اپنے اختیار اور ارادہ سے پھرتے ہیں تب بطور استحقاقِ سزا ان کے دلوں کو حق نے پھیر دیا اب ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی امید نہ رکھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر بطورِ استحقاقِ سزا مہر ثبت فرمائی ہے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾﴾ [پ:۹، سورۃ الاعراف، ۱۰۱]

بے شک واضح دلائل کے ساتھ اس کے رسول ان کے پاس پہنچ چکے، پھر بھی ایمان نہ لائے اس وجہ سے کہ پہلے وہ اس بات کو جھٹلا چکے تھے، اس بنا پر حق تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر مہر کر دی۔

یہاں بھی صاف ارشاد ہے کہ پہلے واضح دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ ہمارے رسول ان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے مگر وہ اپنے اختیار سے پہلے ہی سے یہ ٹھان چکے تھے کہ پیغمبروں کی تکذیب کی جائے اور ان کو جھٹلایا جائے اور سورۂ یونس، رکوع آٹھ میں ارشاد ہے کہ:

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾﴾ [پ:۱۱، سورہ یونس، ۷۴]

یعنی، نوح علیہ السلام کے بعد ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب وغیرہ انبیا علیہم السلام کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے معجزات و نشانات دے کر ہم نے بھیجا ہے مگر جس پیغامِ الٰہی کو پہلے سے اپنے اپنے نبی کے وقت میں کفار جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان نہ لائے۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر وعیدی طور پر ہم مہر لگا دیتے ہیں کہ اب یہ لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ حضراتِ انبیا علیہم السلام کے دلائل و شواہد سے سمجھانے کے بعد بھی جو لوگ تکذیب و عداوتِ حق پر آخر تک اڑ جاتے ہیں اور سرکشی و بغاوت کی وجہ

سے قبولِ حق کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں اور حد سے نکل جانے کے سبب مستحقِ سزا قرار پاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے، اب ان سے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہ کرے۔ اسی طرح سورۂ مومن پارہ ۲۴ میں ارشاد ہے:

﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝۳۴﴾[پ:۲۴، سورۃ المومن، ۳۴]

یعنی، اسی طرح خدا تعالیٰ اس کو گمراہ کرتا ہے جو اپنے اختیار سے زیادتی کرتا ہے اور یقینی بات میں شک کرتا ہے۔

اسی طرح سورۂ مومن رکوع ۴ میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳﴾[پ:۲۴، سورۃ المومن، ۳۳]

یہاں بھی فرعون اور اس کی قوم کے سرکشوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ پوری طرح سمجھانے کے بعد بھی تمہاری بغاوت اور عناد وہٹ دھرمی کی شامت سے حق تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تمہاری پسند کردہ گمراہی میں تمہیں پڑا رہنے دے اور کسی ہادی کی ہدایت تمہیں نفع نہ پہنچائے۔

☆☆☆☆

(4)

قَضَى بِضَلَالِي ثُمَّ قَالَ ارْضَ بِالْقَضَا
فَمَا أَنَا رَاضٍ بِالَّذِي فِيهِ شِقْوَتِي

میری گمراہی مقدر فرما کر کہا کہ میری قضا و قدر پہ راضی رہ تو میں اپنی اس بدبختی پہ راضی ہوں۔

یہ بھی زندیق کا گمراہ کن مغالطہ ہے۔

اوپر واضح ہو چکا ہے کہ جب تک بندہ اپنے اختیار و ارادہ سے اپنی گمراہی و کفر کو اختیار نہ کرے، خدا تعالیٰ بغیر گناہ کے کسی پر گمراہی و کفر وغیرہ کا گناہ نہیں تھوپتا۔ جب کہ اس کا صاف اور واضح اعلان ہے کہ:

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾﴾[پ:۴، سورہ آل عمران، ۱۸۲]

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾﴾[پ:۴، سورہ آل عمران، ۱۰۸]

یعنی، خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾[پ:۹، سورۃ الاعراف، ۱۵۶]

میری رحمت نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے۔

﴿قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾[پ:۷، سورۃ الانعام، ۱۲]

حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لکھ دی ہے۔

بلکہ وہ تو پارہ ۲۴ رکوع ۳ میں اعلان فرماتا ہے کہ:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ﴾[پ:۲۴، سورۃ الزمر، ۵۳]

یعنی، آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی وہ اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہوں، بے شک سب گناہ خدا تعالیٰ بخش دیتا ہے، بے شک وہ ہی غفور رحیم ہے۔

شعر:

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکه تا بر بندگاں جودے کنم

﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾[1] بھی اُسی کا ارشاد ہے۔

اور

(1)۔۔۔:[اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔(کنز الایمان)][پ:۲، سورۃ البقرہ، ۲۰۷]

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (1)

بے شک حق تعالیٰ بندوں کو عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

وہ حاکمِ حقیقی جو دوسروں کو عدل و احسان کا حکم دے وہ خود کیسے بے گناہوں کو گمراہی کا گنہگار قرار دے گا اور بے گناہ کو یہ کیسے فرمائے گا کہ میرے جابرانہ فیصلہ پر راضی ہو، جیسا کہ زندیق مذکور نے خدا تعالیٰ پر افترا باندھ کر مغالطہ دیا ہے کہ "اس لیے میں اپنی بد قسمتی پر راضی ہوں" یہ زندیق کا خدا تعالیٰ پر بہتان ہے۔ باقی تقدیر میں اپنے علمِ قدیم کی بنا پر کسی کے متعلق اندازہ مقرر فرما کر لکھ دینا دوسری چیز ہے جس کی اس زندیق کو کوئی خبر نہیں دی گئی ہے اور جس کی تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔

☆☆☆☆

(5)

فَإِنْ كنْتُ بِالمقْضِيّ يَا قَوْمُ رَاضِيًا
فَرَبِّيَ لَا يَرْضَى بِشُؤْمِ بَلِيَّتِي

اے میری قوم! اگر میں اپنے مقدر پر راضی ہوتا ہوں تو میرا ربّ میری بد نصیبی پر راضی نہیں ہے۔

اگر زندیق کی اپنے مقدر سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم کی بنا پر میرے لیے خیر و شر اور نفع و نقصان کا اندازہ فرما کر لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے تو اس تقدیری اندازہ پر راضی ہونا صحیح ہے، مگر اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ خدا تعالیٰ نے زندیق کو مجبور و بے اختیار اور مسلوب الارادہ کر کے کفر و گمراہی اختیار کرائی؟ جب کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک اور حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام اور اُن کے نائبینِ کرام کے ذریعہ حق کو روشن فرمایا:

﴿قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ﴾ [پ:۳، سورۃ البقرہ، ۲۵۶]

(1)۔۔: [پ:۱۴، سورۃ النحل، ۹۰]

بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

اور حق کے پوری وضاحت کے بعد بندوں کو اختیار دے دیا کہ جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور ساتھ ہی کفر اختیار کرنے پر وعید (ڈراوا) بھی سُنادی کہ ایسے ظالموں کے لیے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا﴾[پ:۱۵، سورۃ الکہف،۲۹]

تمہارے ربّ کی طرف سے حق واضح ہو چکا ہے، جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے، ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر دی ہے۔

اور اس زندیق کو اس چیز کا صاف اقرار ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا، جیسا کہ اُوپر زندیق نے کہا ہے۔

اور قرآن میں ہے:

﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾[پ:۲۳، سورۃ الزمر،۷]

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہے۔

ایسے لوگ تو اپنے کفر و گمراہی اور شرار و فساد انگیزی کو تو تقدیر پہ تھوپتے ہیں اور اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے تقدیر کا بہانہ بناتے ہیں مگر جب خود اُن کو کوئی مارے پیٹے یا اُن کا مال لوٹے تو حکومت کی طرف کیوں فرماد لے جاتے ہیں اور مجرمین کو سزا دلانے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اُس وقت تقدیر کیوں یاد نہیں آتی کہ یہ مار پیٹ اور نقصان ہماری تقدیر میں تھا، مجرمین کا اس میں قصور نہیں ہے۔ اور بیمار ہوتے ہیں تو حکیموں اور ڈاکٹروں کی طرف علاج کے لیے کیوں رجوع کرتے ہیں؟ وہاں تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتے؟ علاوہ ازیں جب یہ سمجھتے ہیں کہ رازقِ مطلق خدا ہے تو کیوں رزق کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، یہاں تقدیر کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں رزق لکھا ہوا ہے خود بخود مِل جائے گا خواہ مخواہ کیوں محنت و کوشش کریں اور

سر کھپائیں چُپ کر کے بیٹھ جائیں، لقمے اور نوالے منہ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ رزق کے اسباب تلاش کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اسی کو بے سمجھ لوگ توکّل کہتے ہیں۔ حالاں کہ توکّل اسے کہا جاتا ہے کہ جائز طریق پر کوشش کر کے اُس کے نتیجہ کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ ع:

رزق ہر چند بے گماں برسد
شرط عقل است جستن از درِ ہا

رزق تو بے شک پہنچ کر رہتا ہے مگر اسباب کے ذریعہ اُسے طلب کرنا عقل مندی ہے۔

اور قرآنی ارشاد ہے کہ دینی اور دنیاوی ترقی کے لیے:

﴿وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾﴾ [پ:۲۷، سورۃ النجم، ۳۹]

یعنی، کوشش کرنا ہی انسان کے اختیار میں ہے۔

انتباہ: اگر زندیق کے لفظ ''مقضی'' سے مراد زندیق کا کفر اختیار کرنا ہے اور اُس پر راضی ہونا ہے تو اُس کا اپنے کفر جیسے ضرم پر راضی ہونا بڑا جرم اور کفر ہے اور یہ بندہ کا اپنا کسب اور فعل ہے۔ اصل میں قضا دوسری چیز ہے اور مقضی دوسری چیز ہے۔ قضاء اور تقدیر تو خدا تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں اس لیے اُس کی قضا اور تقدیر سے راضی ہونا ضروری ہے اور کفر چوں کہ (قضا شدہ چیز) ہے اور وہ بندہ کی ذات سے متعلق ہے اُس پر راضی ہونا بڑا جرم ہے جیسا کہ ''شرح عقائد'' میں ہے کہ:

الكفر مقضي لا قضاء، والرضا إنما يجب بالقضاء دون المقضي. (1)

یعنی، کفر قضاء شدہ چیز ہے اور یہ قضاء اوت تقدیر نہیں ہے، بے شک راضی ہونا قضاء پر واجب ہے نہ کہ قضاء شدہ چیز پر۔

(1)۔۔:النبراس علی شرح العقائد: الكلام في الاستطاعة، ص 279

خدا تعالیٰ کا کفر کو پیدا کرنا بندہ سے امتحان لینے کی وجہ سے تو عین حکمت ہے مگر بندوں کا اپنے اختیار اور کسب اور ارادہ سے کفر کو پسند کرنا شدید غلطی ہے۔ حاکمِ حقیقی کی بغاوت کو پسند کر کے اُس جُرم کا ارتکاب کرنا اور اُس کی اطاعت سے انکار کرنا بڑا جُرم ہے۔

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایک چیز کی نسبت مختلف حیثیتوں کی وجہ سے دو چیزوں کی طرف ہو سکتی ہے، جیسا کہ زمین خدا تعالیٰ کی ملک ہے اس حیثیت سے کہ وہ اس کا خالق ہے اور وہ بندوں کی ملکیت بھی مجازاً ہو سکتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ زمین پر قابض و متصرف ہیں۔ اپنی جگہ دونوں نسبتیں صحیح اور جائز ہیں۔ "شرح فقہِ اکبر" مطبوعہ مصر صفحہ 44 میں ہے کہ:

أَن الفرق بين الكسب والخلق: هو أَن الكسب أَمر لا يستقل به الكاسب، والخلق أَمر مستقل به الخالق. (1)

یعنی، کاسِب اپنے کسب میں دوسرے کا محتاج ہے اور خالق پیدا کرنے میں دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔

اسی طرح بندوں کے افعال خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں، اس حیثیت سے کہ وہی اُن کا خالق ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝۹۶﴾ [پ:۲۳، سورۃ الصافات،۹۶]

حق تعالیٰ تمہارا اور تمہارے افعال کا بھی خالق ہے۔

اور بندوں کے افعال بندوں کی طرف بھی منسوب ہو سکتے ہیں؛ کیوں کہ بندوں کے اختیار اور ارادے اور کسب سے سرزد ہوتے ہیں۔ بندہ کسی بھی خیر و شر کے کسب کا عزم کرے تو حق تعالیٰ اُس میں قدرت و استطاعت پیدا فرماتا ہے۔ "شرح فقہ

---

(1)۔۔:منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر: ص154

اکبر"ص 43 میں ہے کہ:

أَن اللہ تعالیٰ لا یخلق الطاعة و المعصیة فی قلب العبد بطریق الجبر و الغلبة، بل یخلقهما فی قلبه مقرو نأباختیار العبد و کسبه. انتهی [1]

یعنی، نیکی اور بدی کو خدا تعالیٰ بندہ کے دِل میں زبردستی پیدا نہیں فرماتا، بلکہ دونوں کو بندہ کے کسب اور اختیار کرنے کے ساتھ ہی پیدا فرماتا ہے۔

بہر حال کفر و ضلالت کی نسبت خدا کی طرف خالق ہونے کی حیثیت سے ہے اور بندوں کی طرف کفر کی نسبت کاسِب اور فاعل ہونے کی حیثیت سے ہے۔

لا یکون للعبد قدرة علی الفعل قبل الفعل، بل إذا أَراد الفعل، خلق اللہ سبحانه فیه القدرة. انتهی (نبراس مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور، ص ۲۷۹) [2]

یعنی، جب بندہ کسی کام کا اپنے اختیار سے ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس میں قدرت پیدا فرمادیتا ہے۔

کفر و ضلالت وغیرہ معاصی اور موذی جانوروں کا پیدا کرنا بے شک حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے خواہ وہ حکمتیں اور مصالح ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مگر غلط طریق پر اُن کو استعمال کرنا یا انہیں پسند و اختیار کرنا بندوں کا جرم ہے۔ بلاشبہ بندوق و توپ وغیرہ ایٹم بم و راکٹ جیسے خطرناک اسلحہ کا بنانا بڑی دانائی اور عقل مندی ہے مگر ان کا غلط استعمال کرنا بڑی کم عقلی اور شدید جرم ہے۔ اسی طرح زہریلی دواؤں کا ذخیرہ دواخانوں، شفاخانوں میں رکھنا تو عین حکمت و مصلحت ہے مگر ان زہریلی دواؤں کا غلط استعمال کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

غور طلب بات:

(1)۔۔:منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر: ص 151

(2)۔۔:التفسير الكبير: سورة البقرة، تحت الآية ۲۷۳، 66/7

قرآن و حدیث میں اکثر جگہ "اهداء و اضلال" کی نسبت و اضافت خدا تعالیٰ کی طرف بطور تسبیب و تکوین اور بطور تخلیق بھی واقع ہوئی ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ ہی مسبّبِ حقیقی اور خالقِ ہر خیر و شر ہے اور بعض جگہ اضلال کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف بطریق سزاء و وعید بیان فرمانے کے بھی آئی ہے جیسا کہ تفصیل سے اُوپر بیان ہو چکا ہے مگر یہاں بمعنی خلقِ ہدایت و خلقِ ضلالت ہے۔ چناں چہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری (متوفی ۱۰۴۰ھ / 1605ء) نے اپنی مشہور کتاب "شرح فقہ اکبر" مطبوعہ مصر صفحہ 40 میں تصریح فرمائی ہے کہ:

بندوں کے لیے ہدایت و طاعت کا پیدا کرنا محض خدائی فضل ہے اور ضلالت و معصیت کا بندوں کے امتحان لینے کی حکمت اور مصلحت کے لیے پیدا فرمانا بھی عینِ عدل و انصاف ہے و الکل من عند اللہ خلقاً فخلق الطاعۃ فضل و خلق المعصیۃ عدل.[1]

خلق الطاعۃ فضل و خلق المعصیۃ عدل

خدا تعالیٰ کا انسانی کسب و کوشش کے بغیر انسان وغیرہ مکلّف بندوں کو قوّتِ ارادی عطا فرمانا اور ان کے لیے ہدایت و طاعت کا پیدا کرنا خاص اُس کا فضل و کرم ہے اور ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾[2] کی بنا پر بندوں کے امتحان و ضلالت و معصیّت کا عین حکمت و عدل ہے بلا تشبیہ دنیاوی حکومتوں کا کسی کو بڑا عہدہ اور افسری عبا کر کے بڑے بڑے اختیارات سونپنا ایک بڑی مہربانی ہے اور خاص نوازش ہے اور منصب و عہدہ کے لحاظ سے وقت پر انہیں آزمانا عین عدل و انصاف ہے مگر بڑے عہدہ داروں اور افیسروں کا اپنے سونپے ہوئے اختیارات سے ناجائز فائدہ اُٹھانا اور اختیارات کو غلط استعمال کرنا ظلم ہے۔

---

(1)۔۔: منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر: ص 152

(2)۔۔: [پ: ۱۲، ھود، ۷]

دوسری جگہ "شرح فقہ اکبر" صفحہ 114 میں ہدایت وضلالت کا خالق حق تعالیٰ کو ثابت کرتے ہوئے اس نسبت اور اضافت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ مسبّبِ حقیقی ہونے کی وجہ سے اور خالق ہونے کے طور پر اہداء و اضلال کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور مجازاً مسبّب واقع ہونے کی وجہ سے دوسروں کی طرف نسبت و اضافت کرنا بھی جائز ہے۔ چناں چہ فرمایا کہ:

أَن الله تعالىٰ يضلّ من يشاء و يهدى من يشاء بمعنى أَنه خلق الضلالة و الهداية،لأَنه الخالق وحده في الحقيقة ،لكن تضاف الهداية إلى النبى صلى الله عليه وسلم مجازاً بطريق التسبيب كما فى قوله تعالىٰ:﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[پ:۲۵،الشورى، ۵۲]كما تسند إلى القرآن ،كما فى قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾[پ:۱۵،الاسراء، ۹]وقد يسند الإضلال إلى الشيطان مجازاً،ومنه قوله تعالىٰ : ﴿لَاُغْوِيَنَّهُمْ﴾[پ:۲۳، ص، ۸۲]،كما يسند الإضلال إلى الأَصنام فى قوله تعالىٰ:﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾[پ:۱۳،ابراهيم، ۳۶]وإلى غيرها كقوله تعالىٰ: ﴿وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾[پ:۱۶،طه، ۸۵]وفسر المعتزلة الهداية ببيان طريق الصواب وهو باطل بقوله تعالىٰ:﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ [پ:۲۰، القصص، ۵۶]مع أَنه عليه الصلاة و السلام بيّن طريق الإسلام و دعا إلى الهداية جميع الأَنام. (1)

یعنی، بے شک خدا تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے ہدایت فرمائے اس کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ خالقِ حقیقی ہے بے شک جس کے لیے چاہے ہدایت پیدا فرمائے اور جس کے لیے چاہے گمراہی پیدا فرمائے مگر کبھی مجازاً بطورِ مسبّب ہدایت کی اضافت آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا

---

(1)۔۔۔:منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر:ص364-365

کہ بے شک تم سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتے ہو جیسا کہ بطورِ سبب ہدایت کی نسبت قرآنِ پاک کی طرف بھی کی گئی ہے، چناں چہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک قرآن سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے اور کبھی گمراہ کرنے کی نسبت بطورِ سبب شیطان کی طرف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ خدائی ارشاد ہے کہ شیطان نے کہا میں انسانوں کو ضرور گمراہ کروں گا جیسا کہ بتوں کی طرف بھی اضلال کی نسبت کی گئی ہے اور قرآنی ارشاد ہے کہ اے میرے ربّ بے شک بتوں نے بہت انسانوں کو گمراہ کیا ہے اور سامری کی طرف بھی نسبت ہے کہ بنی اسرائیل کو سامری نے گمراہ کیا اور معتزلہ جو ہدایت کے معنی فقط راستہ دکھانا بیان کرتے ہیں باطل ہے؛ کیوں کہ آپ کے متعلق ارشاد ہے تم اُسے ہدایت نہیں دے سکتے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ حالاں کہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام نے انھیں سب کو کھول کر اسلام کا راستہ بتایا اور سب کو ہدایت کی طرف بلایا تھا اور اہلِ سنت کے نزدیک ہدایت کے معنی ہیں سیدھے راستے پر چلانا جو حقیقی طور پر خدا تعالیٰ ہی سیدھے راستے پر چلاتا ہے اور مجازاً سبب واقع ہونے کی وجہ سے قرآن اور نبی وغیرہ کی طرف ہدایت کی نسبت واضافت بھی کی جاتی ہے۔

اور اسی طرح تفسیرِ کبیر جلد نمبر 2 صفحہ 353 میں ہے کہ:

لٰكِنَّ الْمَنْفِيَّ بِقَوْلِهِ لَيْسَ عَلَيْكَ هُداهُمْ هُوَ حُصُولُ الِاهْتِدَاءِ عَلَى سَبِيلِ الِاخْتِيَارِ فَكَانَ قَوْلُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشاءُ عِبَارَةً عَنْ حُصُولِ الِاهْتِدَاءِ عَلَى سَبِيلِ الِاخْتِيَارِ وَهَذَا يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ الِاهْتِدَاءُ الْحَاصِلُ بِالِاخْتِيَارِ وَاقِعًا بِتَقْدِيرِ اللّٰهِ تَعَالَى وَتَخْلِيقِهِ وَتَكْوِينِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْمَطْلُوبُ.[1]

یعنی، کفار کو راہ دینا تمہارے ذمے لازم نہیں، ہاں! اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے آپ کے ذمے فقط تبلیغ کا فرض ادا کرنا ہے۔ یہاں آیت میں بطورِ اختیار کسی کو ہدایت

(1)۔۔: التفسیر الکبیر: سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۷۲، 66/7

مند اور ہدایت یافتہ بنانے کی نفی ہے مگر خدا تعالیٰ جسے چاہے اپنی تقدیر اور تخلیق اور تکوینی مشیّت کے مطابق اُسے ہدایت مند بنائے اور اُسے سیدھا راستہ مِل جائے اور بطورِ اختیار اُسے سیدھے راستے پر چلنا حاصل ہو جائے۔

☆☆☆☆

(6)	فَهَلْ لِي رِضًا مَا لَيْسَ يَرْضَاهُ سَيِّدِي
	فَقَدْ حِرْتُ دُلُّونِي عَلَى كَشْفِ حَيْرَتِي

اور میں کیسے پسند کروں جیسے میرا مالک پسند نہیں کرتا اور بے شک میں حیران ہوں میری حیرت دور کیجئے۔

یہاں پر بھی زندیق وہی مغالطہ دینا چاہتا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر وغیرہ ضلال وفساد کو پسند نہیں فرماتا جیسا کہ:

﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ [پ:۲۳، سورۃ الزمر، ۷]

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ [پ:۶، سورۃ المائدۃ، ۶۴]

وغیرہ ارشاداتِ قرآنیہ سے ظاہر ہے تو گمراہیوں کو اختیار ہی کیوں کیا جائے اس پر حیرانی کی کیا وجہ ہے جب کہ انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے خیر وشر کو کسب کرتا ہے۔

☆☆☆☆

(7)	إِذَا شَاءَ رَبِّي الْكُفْرَ مِنِّي مَشِيئَةً
	فَهَلْ أَنَا عَاصٍ فِي اتِّبَاعِ الْمَشِيئَةِ؟

جب میرے کفر کو میرے ربّ نے چاہا تو میں اُس کی چاہت میں راضی ہوں۔

یہاں زندیق خدا تعالیٰ کی مشیّت کی آڑ میں یہ مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ مشیّت بمعنی ارادۂ خدائی اور رضائے خدائی دونوں ایک ہی چیز ہیں حالاں کہ ان میں بڑا فرق ہے خدا تعالیٰ کی رضا خاص ہے جس کا تعلق محض نیک کاموں سے ہے اور خدا کی مشیّت اور ارادہ اور تقدیر اور قضا اور حکم عام ہیں جب کا تعلق ہر ایک نیک کام اور بُرے کام سے ہے اور

ہر خیر و شر اور نفع و نقصان اور عزّت و ذلّت سب سے یکساں طور پر ہے۔ ہمارے عوام بھائی خاص اور عام کے فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ ''شرح عقائد ''مطبوعہ مجتبائی صفحہ 27 میں ہے کہ:

أن الإرادة والمشيئة والتقدير يتعلق بالكل, والرضا والمحرة والأمر لا يتعلق إلا بالحسن دون القبيح. [1]

یعنی، ارادہ اور مشیّت اور تقدیر کا تعلق سب نیک و بد سے ہے اور خدا کی رضا اور محبّت اور امر کا تعلق خاص نیک کاموں سے ہے نہ کہ بُرے کاموں سے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ارادہ اور مشیّت دو قسم ہے ایک کا تعلق ہر خیر و شر سے تقدیر کی طرح ہے اور دوسرے کا تعلق فقط نیک کاموں سے جسے امر اور رضا اور محبّت بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ عظیمہ:

علم عقائد اہلِ سنّت میں خدائی ارادہ اور خدائی مشیّت اور خدائی تقدیر اور خدائی قضا اور خدائی حکم اکثر ایسی چیزوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں جب کا تعلق ہر ایک خیر و شر اور ہر نفع و نقصان سے ہے دوسری طرف خدائی رضا اور خدائی محبّت اور خدائی امر کے الفاظ خاص اُن چیزوں کے لیے مستعمل ہوئے ہیں جن کا تعلق خاص نیک کاموں سے ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى ﴿٩٠﴾﴾[پ:۱۴،سورۃ النحل،۹۰]

یعنی، بے شک خدا تعالیٰ تمہیں عدل و احسان اور اقرباء کی داد و دہش کا حکم دیتا ہے۔

---

(1)۔۔:شرح العقائد النسفيه:ص 216

﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾﴾ [پ:۱۴، سورۃ النحل، ۹۰]

اور بے حیائی اور بُرائی اور بغاوت سے منع فرماتا ہے تمہیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ [پ:۲۳، سورۃ الزمر، ۷]

حق تعالیٰ بندوں کے کفر اختیار کرنے سے راضی نہیں ہے۔

اور ارشاد ہے کہ:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ [پ:۱۱، سورۃ التوبہ، ۱۰۸]

یعنی حق تعالیٰ زیادہ پاکیزگی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور زندیق کے مذکورہ شعر کے مضمون اور اعتراض کا جواب قرآنِ عظیم نے اپنے معجزانہ انداز میں پیشن گوئی کے طور پر پہلے سے بیان فرما دیا ہے۔ چناں چہ "تفسیرِ مظہری" میں ہے کہ:

لَوْ شاءَ اللّٰهُ خلاف ما نحن عليه ما أَشْرَكْنا وَلا آباؤُنا وَلا حَرَّمْنا مِنْ شَيْءٍ مما حرمناه يعني أن الله قادر على أن يحول بيننا وبين ما نحن عليه حتى لا نفعله فلو لا أنه رضى بما نحن عليه وأراد منا وأمرنا به لحال بيننا وبين ذلک وهذا الإستدلال مبني على جهلهم وعدم تفرقهم بين المشية بمعنى الإرادة وبين الرضا فان إرادته تعالى متعلق بالخير والشر ما شاء الله كان وما لم يشأ لا يكون وأنه تعالى لا يرضى لعباده الكفر.[1]

یعنی، خدا تعالیٰ اگر ہمارے شرکیات وغیرہ گناہوں سے راضی نہ ہوتا تو ہمیں یہ

---

(1)۔۔:التفسير المظهري:سورة الانعام،تحت الآية ۱۴۸، 302-301/3

کرنے ہی نہ دیتا، اور ہمارے اور گناہوں کے درمیان ایسی رُکاوٹیں ڈالتا کہ ہم گناہ کرنے ہی نہ پاتے اگر وہ چاہتا ہو تو بے شک ایسا کرنے پر قادر ہے تو ہم اُس کی چاہت کے خلاف کچھ نہ کر سکتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض کفّار کی جہالت پر مبنی ہے کہ مشیّت بمعنی ارادہ اور رضا کے درمیان فرق کو نہ سمجھ سکے اور ظاہر ہے کہ ارادہ اور مشیّت کا تعلق ہر خیر و شرّ سے ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا کا تعلق خاص خیر سے ہے اور ﴿وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾[1] اس کی دلیل ہے۔

اور جس مضمون کو زندیق مذکور نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے قرآن عظیم نے سورۂ انعام پارہ آٹھ / 8 میں کفّار کے اس اعتراض کا بہترین جواب دیا ہے جسے ''تفسیرِ کبیر'' میں امام محمد بن عمر رازی قدّس سرّہ (متوفی ٦٠٦ھ / 1209ء) نے پوری تشریح کے ساتھ کفّار کے اعتراض اور قرآنِ عظیم کے جواب کو سمجھایا ہے اس سے بہتر تشریح ہو نہیں سکتی۔

قال الإمام الفخر الرازی فی تفسیر قوله تعالیٰ: ﴿سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ﴾ الآیه [پ:٨، سورة الانعام، ١٤٨]

وَتَقْرِيرُهُ: أَنَّهُمُ احْتَجُّوا فِي دَفْعِ دَعْوَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِأَنْ قَالُوا: كُلُّ مَا حَصَلَ فَهُوَ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالَى وَإِذَا شَاءَ اللّٰهُ مِنَّا ذٰلِكَ فَكَيْفَ يُمْكِنُنَا تَرْكُهُ؟

وَإِذَا كُنَّا عَاجِزِينَ عَنْ تَرْكِهِ فَكَيْفَ يَأْمُرُنَا بِتَرْكِهِ؟ وَهَلْ فِي وُسْعِنَا وَطَاقَتِنَا أَنْ نَأْتِيَ بِفِعْلٍ عَلَى خِلَافِ مَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالَى؟ فَهٰذَا هُوَ حُجَّةُ الْكُفَّارِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ تَعَالَى: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ وَذٰلِكَ مِنْ وَجْهَيْنِ:

الْوَجْهُ الْأَوَّلُ: أَنَّهُ تَعَالَى أَعْطَاكُمْ عُقُولًا كَامِلَةً وَأَفْهَامًا وَافِيَةً وَآذَانًا سَامِعَةً

(1)۔۔: [پ:٢٣، سورة الزمر، ٧]

وَعُيُونًا بَاصِرَةً وَأَقْدَرَكُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَأَزَالَ الْأَعْذَارَ وَالْمَوَانِعَ بِالْكُلِّيَّةِ عَنْكُمْ فَإِنْ شِئْتُمْ ذَهَبْتُمْ إِلَى عَمَلِ الْخَيْرَاتِ وَإِنْ شِئْتُمْ إِلَى عَمَلِ الْمَعَاصِي وَالْمُنْكَرَاتِ وَهَذِهِ الْقُدْرَةُ وَالْمُكْنَةُ مَعْلُومَةُ الثُّبُوتِ بِالضَّرُورَةِ وَزَوَالُ الْمَوَانِعِ وَالْعَوَائِقِ مَعْلُومُ الثُّبُوتِ أَيْضًا بِالضَّرُورَةِ وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ كَانَ ادِّعَاؤُكُمْ أَنَّكُمْ عَاجِزُونَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ دَعْوَى بَاطِلَةً فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ لَيسَ لَكُمْ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَالِغَةٌ! بَلْ لِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَيْكُمْ.

وَالْوَجْهُ الثَّانِي: أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: لَوْ كَانَتْ أَفْعَالُنَا وَاقِعَةً عَلَى خِلَافِ مَشِيئَةِ اللهِ تَعَالَى لَكُنَّا قَدْ غَلَبْنَا اللهَ وَقَهَرْنَاهُ وَأَتَيْنَا بِالْفِعْلِ عَلَى مُضَادَّتِهِ وَمُخَالَفَتِهِ وَذَلِكَ يُوجِبُ كَوْنَهُ عَاجِزًا ضَعِيفًا وَذَلِكَ يَقْدَحُ فِي كَوْنِهِ إِلَهًا.

فَأَجَابَ تَعَالَى عَنْهُ: بِأَنَّ الْعَجْزَ وَالضَّعْفَ إِنَّمَا يَلْزَمُ إِذَا لَمْ أَكُنْ قَادِرًا عَلَى حَمْلِهِمْ عَلَى الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ عَلَى سَبِيلِ الْقَهْرِ وَالْإِلْجَاءِ وَأَنَا قَادِرٌ عَلَى ذَلِكَ وَهُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ: ﴿فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ إِلَّا أَنِّي لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ عَلَى سَبِيلِ الْقَهْرِ وَالْإِلْجَاءِ لِأَنَّ ذَلِكَ يُبْطِلُ الْحِكْمَةَ الْمَطْلُوبَةَ مِنَ التَّكْلِيفِ فَثَبَتَ بِهَذَا الْبَيَانِ أَنَّ الَّذِي يَقُولُونَهُ مِنْ أَنَّا لَوْ أَتَيْنَا بِعَمَلٍ عَلَى خِلَافِ مَشِيئَةِ اللهِ فَإِنَّهُ يَلْزَمُ مِنْهُ كَوْنُهُ تَعَالَى عَاجِزًا ضَعِيفًا كَلَامٌ بَاطِلٌ.[1]

یعنی، امام فخر الدین رازی قدّس سرّہ سورۂ انعام کی آیت ﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ کفّار نے حضرات انبیا علیہم السلام کی دعوتِ اسلام اور دعوتِ ایمان کو ٹھکرانے کے لیے یہ عذر تراشا اور حجت پکڑی کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی مشیّت (چاہت) اور اُس کے ارادہ سے ہوتی ہے اور جب خدا تعالیٰ نے ہم سے اور ہمارے آبا واجداد سے ہمارا مشرک ہونا

(1)۔۔:التفسیر الکبیر: سورۃ الأنعام، تحت الآیۃ ۱۴۸ و ۱۴۹، 13/173-174

اور نافرمان ہونا چاہا ہے تو پھر ہمارا شرک وغیرہ نافرمانی کو ترک کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور جب ہم اس کے ترک کرنے سے عاجز ہیں تو ہمیں شرک و کفر ترک کرنے کا حکم کیسے دیتا ہے؟ اور خدا تعالیٰ کی مشیّت کے خلاف کوئی فعل کرنا کیا ہمارے بس کی بات ہے؟ اور کیا مشیّتِ خداوندی کے خلاف کرنے پر ہمیں طاقت ہے؟

کفّار کی یہی حجت و دلیل حضرات انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں ہے جس کے جواب و تردید میں حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ حق تعالیٰ کی حجت ہی دلوں کی گہرائیوں میں پہنچنے والی چیز ہے اور حجۃ اللہ کے دو معقول و مقبول طریقے ہیں:

(۱)...ایک طریق تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تمھیں کامل عقل عطا فرمائی اور بہت سمجھ بخشی اور کان سننے کے لیے اور آنکھیں دیکھنے کے لیے دے کر ہر ایک نیک کام اور بُرے کام کرنے پر بغیر رُکاوٹ کے تمھیں قدرت دی، پھر اگر چاہو تو تم نیک کام بھی کر سکتے ہو اور اگر چاہو تو بُرے کام بھی کر سکتے ہو اور تمھیں یہ قدرت و اختیار دینا سب کو معلوم ہے اس قدرت و اختیار کے ہوتے ہوئے تمہارا یہ کہنا کہ ہم ایمان لانے سے عاجز ہیں، سراسر باطل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمہاری حجت کچھ نہیں ہے، بلکہ حق تعالیٰ کے لیے حجتِ بالغہ ہے۔

(۲)...دوسرا طریق یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہمارے شرکیہ و کفریہ اعمال و افعال اگر خدا تعالیٰ کی مشیّت کے خلاف سرزد ہوئے ہیں تو بے شک ہم کو خدا تعالیٰ پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی مخالفت میں ہمارے افعال و اعمال کا سرزد اور واقع ہونا اور اِن ممنوعہ افعال سے ہمیں روکنے پر خدا تعالیٰ کا قادر نہ ہونا اس چیز کا زبردست ثبوت ہے کہ وہ ہمیں روکنے سے عاجز ہے اور جو خود عاجز و ضعیف ہو وہ معبود اور خدا ہونے کے قابل نہیں ہے۔

تو اِس اعتراض کا خدا تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ ہمارا عاجز و ضعیف ہونا اُس وقت

لازم آئے گا جب کہ ہم زبردستی سے ان کے ایمان لانے اور اطاعت قبول کرانے پر قادر نہ ہوں، بلکہ ہم تکوینی و تخلیقی طور پر اُن سے زبردستی ایمان واطاعت قبول کرانے پر قادر ہیں جیسا کہ اسی جگہ پر جملہ ﴿فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾[1] ہمارے قادرِ مطلق ہونے پر صاف دلالت کرتا ہے۔ یعنی اگر تخلیقی اور تکوینی طور پر خدا تعالیٰ زبردستی کرنا چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر پیدا کرتا، جیسا کہ فطری طور پر خدا تعالیٰ حضرات انبیا علیہم السلام اور حضراتِ ملائکہ کرام کو معصوم پیدا کرنے پر قادر ہے۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④﴾[پ:۲۸، سورۃ الجمعۃ، ۴]

مگر ایسی زبردستی کی ہدایت کرنے سے خدا تعالیٰ کی مطلوبہ حکمت ضائع ہوتی ہے اور بندوں کی تکلیف اور امتحان لینے والی حکمت باطل و بے سُود رہ جاتی ہے جس کا جابجا ذکر قرآن، عظیم میں موجود ہے:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾[پ:۲۹، سورۃ الملک، ۲]

موت اور حیات کو اس واسطے پیدا فرمایا تاکہ خدا تعالیٰ تمھیں آزمائے کہ تم میں کون عملوں کے لحاظ سے اچھا ہے۔

بلا تشبیہ جیسا کہ مدرسوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبا کو امتحان کے وقت سوالات کا پرچہ دے کر انہیں آزادی سے جواب دینے پر چھوڑ دیا جاتا ہے جو چاہیں جواب لکھیں تاکہ ہر ایک کی صلاحیّت و لیاقت معلوم ہو جائے کہ کون پاس ہونے کے لائق ہے اور کون فعل ہونے کے۔ اس تشریح سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ جو بندوں کو دنیا میں ڈھیل دیتا ہے اور گناہ پر بروقت نہیں پکڑتا اس میں بھی اس کی حکمت کارفرما ہے یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ عاجز وضعیف ہے اس لیے بروقت گرفت نہیں فرماتا جیسا کہ کفّار

---

(1)۔۔:[پ:۸، سورۃ الانعام، ۱۴۹]

کا باطل خیال ہے:

﴿اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾﴾[پ:۴، سورۂ آل عمران،۱۷۸]

کفار کے لیے دنیا میں ڈھیل اس لیے دیتے ہیں کہ گناہوں میں بڑھتے رہیں اور آخرت میں ان کے لیے عذاب رسوائی ہے۔

(8)

وَهَلْ لِي اخْتِيَارٌ أَنْ أُخَالِفَ حُكْمَهُ؟
فَبِاللّٰهِ فَاشْفُوا بِالْبَرَاهِينِ غُلَّتِي

تو میرے لیے اختیار ہے کہ میں اس کے حکم کی مخالفت کروں اور خدا کے لیے روشن دلائل سے مجھے بیماری سے شفادو۔

یہاں حکم بمعنی قضاو قدر ہے تو اس کا جواب اوپر کی تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے اور اگر حکم بمعنی امر ہے تو خدا تعالیٰ بُرے کاموں کا امر ہر گز نہیں دیتا اور نہ بُرے کاموں سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور نہ بُرے کاموں سے خدا تعالیٰ محبّت کرتا ہے۔ چناں چہ ﴿وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ﴾[1] اس پر دال ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وَرَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وأفصل الصَّلوة وأكْمل التسليمات وأزْكى التحيات سيّد الْمُرْسلين سيّدنا محمد و آله الطيبين و أَصْحابه الْمَهْديين و أَتْباعه أَجْمَعِينَ أَعلى يومِ الدين.

دوشنبہ ۲۰ رمضان مبارک ۱۳۸۱ھ / ۲۶ فروری ۱۹۶۲ء

محمد صاحبداد عفی عنہ

از: جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس مغربی پاکستان

(1)۔۔:[پ:۱۴، سورۃ النحل،۹۰]

ماخذومراجع

۞القرآن الکریم، کلام باری تعالیٰ

۞کنزالایمان؛امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان حنفی قادری

۞مفاتيح الغيب / التفسير الكبير،مؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ)،ناشر: دار إحياء التراث العربي –بيروت، الطبعة: الثالثة - 1420هـ

۞التفسير المظهري،مؤلف: المظهري، محمد ثناء الله،محقق: غلام نبي التونسي،ناشر: مكتبة الرشدية– الباكستان، الطبعة: 1412هـ

۞صحيح البخاري،مؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، محقق: محمد زهير بن ناصر الناصر،ناشر: دار طوق النجاة ، الطبعة: الأولى، 1422هـ

۞مشكاة المصابيح،مؤلف: محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ)،محقق: محمد ناصر الدين الألباني، ناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985

۞كنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال،مؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (المتوفى: 975هـ)،محقق: بكري حياني - صفوة السقا، ناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م

۞عمدة القاري شرح صحيح البخاري،مؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ) ،ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

۞طبقات الشافعية الكبرى،مؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي

(المتوفى: 771هـ)، محقق: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو، ناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية، 1413هـ

۞مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، مؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (م: 1014هـ)، ناشر: دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى: 1422هـ-2002م

۞شرح العقائد النسفيه، مؤلف: الإمام سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني، ناشر: مكتبة المدينه باب المدينه كراچی

۞منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر، مؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري الحنفی (م: 1014هـ)، تحقيق و تعليق: الشيخ وهبی سليمان غاوجی، الطبعة الاولی: ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ناشر: دار البشائر الاسلاميه-بيروت

۞الوافي بالوفيات، مؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبک بن عبد الله الصفدي (المتوفى: 764هـ)، محقق: أحمد الأرناؤوط وتركي مصطفى، ناشر: دار إحياء التراث–بيروت، عام النشر: 1420هـ-2000م

۞فیروز اللغات؛ تصنیف: الحاج مولوی فیروز الدین، ناشر: فیروز سنز